إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

الحمد للہ والمنۃ یہ دیوان خوش عنوان من تصنیف جناب منشی سید
محمد علیصاحب دھلوی اسم تاریخی

دُرِّ تاجِ سخن

حسب الارشاد عالیجناب مولانا حاجی محمد عبدالرحیم صاحب مختار پالونجہ و عالیجناب
مولانا حاجی خواجہ ابراہیم صاحب

قد طبع فی المطبع الحمید آباد دکن
تمیمی واقع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ مصنف

حضرات خواجہ میر درد علیہ الرحمہ۔ جو شہر دہلی مین۔ ایک مشہور بزرگ گذرے ہین وہ مضطر کے نانا تھے۔ اور میر امداد علی صاحب تحصیلدار سابق ریاست کوٹہ۔ کا یہہ مضطر بیٹا۔ اور مولوی محمد سید علی صاحب سب اوورسیر لنڈی کوتل ضلع پشاور کا بھائی جناب حکیم مولوی سید محمد ناصر نذیر صاحب متخلص بہ فراق۔ مشہرہ آفاق کا بھانجہ اور اون کا ایک ادنیٰ شاگرد ہے۔

ان بزرگوارون سے ہند کا کوئی ایسا خطّہ اور شخص نہین ہے۔ جو واقف نہو۔ یہہ خاندان باعتبار۔ علم و فضل۔ تقدس و شان ہر جگہ اظہر من الشمس ہے۔ ان بزرگو کی

اولاد۔ اور نام لیوا ایک یہہ مضطر بھی ہے۔

"جب وہ اپنی حالت پر غور کرتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ تو در و دیوار پر یہی لکھا ہوا پاتا ہے۔ اور کانون مین بھی یہی آواز آتی ہے۔ کہ بیشک تیرے نانا۔ دادا۔ باپ۔ بہائی کا نام لیے ری تہے اور ہین۔ جن کا نام۔ جن کی عظمت تابہ قیام قیامت باقی رہے گی۔ اور اسی طرح لوگ اون کو برابر مانتے رہین گے۔ مگر اس سے تجھ کمبخت کو کیا۔ اگر وہ تھے اور ہین۔ تو وہ ہون گے۔ کچھ گذر گئے۔ زمانہ ہوگیا۔ کچھ ہین۔ اگر تجھ مین کچھ زور بل بوتا ہے۔ دم درود ہے۔ تو آ۔ میدان کے میدان خالی ہین۔ ہر قسم کے پہلوان۔ اپنا اپنا پرا جمائے۔ اپنی اپنی ٹکڑی کے ساتھ بیٹھے ہین۔ خم ٹھونک۔ نکل۔ دست بغل ہو۔ نہین تو۔ بازار مین آ۔ کچھ وہین سوداگر۔ جوہر دکہا۔ کیونکہ جوہری۔ اپنی اپنی دوکان مین۔ کسوٹیان لیے بیٹھے ہین۔ وہ کہرا کہوٹا۔ پرکہین گے۔ کسین گے۔ تائین گے۔ اگر سکے ہین۔ تو رائج الوقت۔ اور بادشاہ وقت کے چلن کے ہین۔ کہ نہین سرکاری ہی ٹکسال کے مشکوک شدہ ہین نہ۔ قلب تو نہین؟ اگر کسی علم و فن مین مہارت کلی۔ تامّہ۔ غیر تامّہ۔ رکھتا ہے۔ تو اوس کے لئے بہی مکتبون مین۔ اپنے اپنے حلقۂ درس مین۔ سیکڑون بزرگوار بیٹھے ہین۔ شاگرد زانوے شاگردی تہ کئے۔ گردن جہکائے۔ مؤدب ہین

ان مین پیش ہو۔

ہاے یہہ مضطر۔کیا پیش کرے۔نہ تو میدان کے تا ا ہ۔نہ بازار کے لئے جوہر۔سکہ!!! الٰہی کرے تو کیا کرے۔جس چیز کی مانگ۔ ... ہے۔عالم مین بیوپار ہے۔بازار گرما گرم ہین۔یہان سر یسے اون چیزون ... نہین حیف! پھر کیا کرون۔گہبراتا ہون۔گریبان مین منہ ڈالتا ہون۔گاہے بغلین جہانکتا ہون۔غرضکہ۔ایسی بگڑی ہے کہ بنائے نہین بنتی۔کرون تو کیا کرون۔اودہر پہلوان خم ٹہونک ٹہونک اکہاڑے ہین۔اودہر جوہری۔ٹکسالی۔بازار مین۔حلقۂ درس کے مقدس بزرگوار مکتب مین۔سب اپنی اپنی طرف بلارہے ہین۔دورسے تک رہے ہین۔گاہے گاہے۔اشارے۔کنائے۔بہی ہوجاتے ہین۔نظرین ہین کہ میری ہی طرف لگ رہی ہین۔ ... ہے مضطر ایک! وہ بہی ہر جگہ کے لئے۔نااہل۔ششدر۔متحیر۔جائے تو کدہر جائے۔اور کیا منہ لیکر جائے۔

کمزور۔کم مایہ۔کم علم۔جدہر جائے۔رخ کرے۔اپنے منہ کی کہائے۔بزرگون کے نام پر بٹہ لگائے۔اون کی مقدس روحون کو آزردہ کرے۔خاندانی رہا سہا بہرم کہوئے۔آخر اپنا سا منہ لئے ہوئے۔چہپتا چہپاتا۔آنکہہ بچاتا اودہر سے

تو چلدیا۔ اللہ نے جان بچائی۔ عزت آبرو رکھ لی۔ اس حالت مین بھی اوس کا شکریہ ادا کیا۔ اور ایک دوسرے طرف کا رخ کیا۔ لمبے لمبے قدم اُٹھائے جہان بزم شعرائے گرم تھی۔ وہان پہونچا۔ اچھا مجمع پایا۔ لوگون نے نہین معلوم کس خیال اور کس بنیاد پر۔ مضطر کی عزت کی۔ اونچی جگہ بٹہایا۔ مشاعرہ تو پہلے ہی سے شروع تہا۔ باری باری سے لوگ غزلخوانیان کر رہے تھے۔ مضطر کی نوبت پر۔ شمع کافوری آئی!۔

مضطر اس کوچہ سے بالکل نابلد تہا۔ کبہی کبہی۔ گاہے گاہے اتفاق بہی ہوا تو ایسا کہ گویا کچھ بہی نہ تہا۔ آخر گہبرایا۔ جسم سارا سرد۔ چہرہ زرد۔ تصویر کہو۔ بُت کہو۔ جو کہو۔ وہ بنگیا۔ حس وحرکت باطل۔ خون خشک!

خیر گذری۔ کہ مجمع نے جانا۔ مبتدی ہے۔ پہلے پہل مشاعرے مین آیا ہے کبہی غزل پڑہی نہین۔ شرم غالب ہے۔ اسکو جرارت دلاؤ۔ دل بڑہاؤ۔ چنانچہ اپنی اپنی محبت۔ اور شفقت سے ہمت دلائی۔ دل بڑہایا۔ دوست احباب نے بہی ہان مین ہان ملائی۔ ہرازہ لیا۔ بدن مین حرارت دوڑی۔ عرق آنے لگا۔ جس نے کیوڑے کا کام کیا۔ کسیقدر ہوش وحواس درست ہوئے چہرہ کا پسینہ پونچھ۔ دوزانو ہو۔ مودب بیٹھ۔ جیب سے کاغذ نکال۔ جو کچھ۔

جیسا تھا۔ وہ سنانا شروع کیا۔ کیا خوب ہے

پہر کہیئے۔ پہر فرمائیے کی آوازیں آنے لگین۔ جسکا جیسا مذاق تہا۔ جو جیسا رنگا ہوا تہا۔ اوس نے ویسے ہی مضامین۔ اور جذبات پسند کئے۔ پیٹ بہر کے داد دی۔

بعض احباب نے اصرار کیا کہ۔ اے مضطر ہم تمکو ایسا نہ جانتے تہے کہ تم ایسا کہتے ہو۔ اور خوب کہتے ہو۔ تم نے اسوقت تک جو کچھ لکہا ہے کہا ہے رطب دیابس جمع ہے۔ اوسکو طبع کرا دو۔ تاکہ دوسرے سخن فہم۔ سخن سنج کو موجب سیر ہو۔ دور دراز کے رہنے والون۔ اور احباب کو تحفہ۔ پوٹ کا پوٹ باندہے باندہے۔ لادے لادے پہرنے سے فائدہ کیا؟۔

مضطر اس کٹھن۔ اور دشوار گذار منزل۔ کا ہی مسافر نہ نکلا۔ کیونکہ نہ اس لائق کلام اور نہ اس قدر سرمایہ۔ ادہر اودہر کی باتون مین ٹالتا ٹوتتا رہا۔ مگر بے تکلف دوست ہوتے ہین غضب کے۔ نہ مانے۔ ضد کی۔ اور بغیر حامی بہروائے وعدہ لئے پیچہا نہ چھوڑا۔ مجبور کیا۔ مجبور ہو کر۔ کچھ نہ کچھ سبتیا کر کے مطبع کے حوالے کرنا پڑا۔

مضطر خود سمجہتا ہے کہ جسطرح نثر مین عاری ہے۔ اوسی طرح نظم مین بہی

نجز ہے۔ صرف احباب کے دل بڑہانے۔ اور اصرار کرنے سے اور۔ نیز۔ عالیجناب۔ مولانا۔ سیدنا۔ صوفی۔ صافی۔ حاجی۔ شاہ۔ محمد عبد الرحیم صاحب۔ مختار۔ ریاست پالونچہ۔

وعالیجناب۔ معلی القاب۔ مولانا۔ مولوی۔ حاجی۔ محمد خواجہ ابراہیم صاحب برادر صاحب ممدوح۔ نے۔ زبان۔ فیض ترجمان۔ سے۔ ارشاد فرمایا۔

کہ اس دیوان فیض عنوان یعنی درتاج سخن کو طبع کرانے مین ہم بخوبی سعی وکوشش فرمائینگے۔

چونکہ صاحبان موصوف۔ نے قدردانی فرماکر امداد فرمانے کا وعدہ ہی نہین فرمایا بلکہ فوراً ہی

جناب منشی عبد الحمید صاحب مطبع شمسی بازار شہری عنبر حیدر آباد دکن کو اپنی عنایت بے نہایت سے طلب فرماکر رقم طبع کرانے کے واسطے مرحمت فرمادی ناچار جو اسوقت تک۔ اُلٹا۔ سیدہا۔ کہا ہوا جمع تہا۔ وہ اس عالم۔ مسافرت اوربے نوای۔ کا تحفہ۔ حقیر۔ ہدیہ۔ ناظرین پیش کرتا ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف ۔۔۔۔ برگ سبز است تحفہ درویش

سمجھ کر قبول کیا جائے۔ تو باعث عزت اور حوصلہ افزائی ہے۔

انسان غلطی۔ بہول۔ چوک۔ سے خالی نہین ہے۔ پس اوس سے معافی دیجاے کہ یہی طریقہ ارباب علم وہنر ہے ا

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

حررہ

عاجز ازلی سید محمد علی المتخلص مضطر حال وارد حیدرآباد دکن

متصل فیلخانہ محلہ توپخانہ

مورخہ ۲۷ شوال ۱۳۲۶ھ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

وحدت سے بنکے کثرت چمکا ہے نور تیرا — حیران بنا رہا ہے سب کو ظہور تیرا
ایمن کا ذرّہ ذرّہ خورشید معرفت ہے — دیکھا ہے جب سے جلوہ بالائے طور تیرا
ہے قوت ذکر تیرا جن و بشر ملک کا — جیتے ہین نام لیکر وحش و طیور تیرا
میری رگ گلو سے ہر چند تو ہے نزدیک — ہے شاق مجکو رہنا اتنا بھی دور تیرا
خوبانِ ہر دو عالم کیونکر نہ سرنگون ہون — جھکوا رہا ہے گردن سب کے غرور تیرا
وصل و فراق کیسا جب دل مین تو بسا ہے — حاصل ہے مجھکو ہر دم قرب و حضور تیرا

برقِ جمال سے کیون موسیٰ کو غش نہ آتا — شامل جلال بھی تھا اوسمین ضرور تیرا

پہاڑ بن لباس اپنا گل کی طرح مقرر — جلوہ جو دیکھ پائین غلمان وحور تیرا

مضطر جمال اوسکا ہر سمت جلوہ گر ہے
آنکھین کہلین نہ تیری یہہ ہے قصور تیرا

نعت سرور کائنات

رتبہ ہے وہ جناب رسول کریم کا — کفش حضور تاج ہے عرش عظیم کا

دیکھا وہان جمال خدائے کریم کا — پہنچے نہ مرغ وہم جہان پر کلیم کا

احمد مین اور احد مین سر مو نہین ہی فرق — یہہ ظاہری نگاہ مین پردہ ہے میم کا

سمجھون نہ کیون مین دیدِ نبی کو خدا کی دید — ذات آپکی ظہور ہے نور قدیم کا

جسکو نصیب صحبتِ سلطانِ دین ہوئی — پایا ہے اوسنے قرب خدائے کریم کا

برتاو کیا ہی کافر و دیندار سے کیا — شاہد خدا ہے آپکی خلق عظیم کا

پہنچا ضرور منزلِ مقصود تک وہی — پیرو ہوا جو دل سے رسول کریم کا

رکھے جو صدق دل سے محبت حضور کی — مالک وہی ہے قصر بہشت ونعیم کا

مضطر جو دین مین شہ والا کے آگیا
اوسکو ملا سُراغ رہ مستقیم کا

مدح غوث پاک

مداح ہون مین حضرت پیران پیر کا
میرا سخن عدو کو ہے پیکان تیر کا

عاشق بنایا ہمکو شہ دستگیر کا
احسان لاکھ لاکھ ہے رب قدیر کا

وہ کیون نہ سیر عالم بالا کیا کرے
جو ہو مرید آپ سے روشن ضمیر کا

جیسے رسول ہین مجھے ویسے ہی آپ ہین
دونون ہین ایک- فرق ہی شاہ و وزیر کا

اپنی نظیر آپ ہین دونون جہان مین
کوئی نہین نظیر شہ بے نظیر کا

لب جس سے بند ہوتی ہین ملتا ہی ذائقہ
شیرین وہ نام پاک ہے پیران پیر کا

قائل رسول کا بھی نہوگا وہ روسیاہ
منکر سدا رہا ہے جو پیر و فقیر کا

یہ انتظار ہے شہ والا طلب کرین
مین منتظر نہین ہون کسی راہگیر کا

شاہ و گدا کے ایک مراتب ہین عشق مین
طرہ کچھ اس جگہ نہین چلتا امیر کا

یا غوث تیرے در کے گدا سے ہو ہمسری
یہ حوصلہ کہان کسی شاہ و وزیر کا

ادنی ہو یا ہو اعلی البشر جسکو دیکھئے
سو جان سے ہے فریفتہ پیران پیر کا

مضطر غریب ہی ہے تو سمجھو نہ تم حقیر
پوتا ہے وہ غریب جناب امیر کا

مدح محبوب العاشقین

شہِ مشتاقِ احمد کیون نہ ہو سلطان طریقت کا
کہ جان و دل سے عاشق ہی شہنشاہ شریعت کا

نہین ہے جسمِ اطہر نور ہے انوار وحدت کا
کہان ہے روئے انور آئینہ ہے حق کی رویت کا

ترا نامِ مبارک جو زبان پر ورد رکہتا ہے
وہ کب محتاج ہے تعویذ کا نقش و غربیت کا

سراپا جسکا ہو کشاف حسن لمیزل یکسر
نہ سمجہون کس طرح مین اوسکو پتلا نور وحدت کا

تجہے شبیر و شبر کے خصائل حق نے بخشے ہین
نمونہ تو ہے بیشک مرتضیٰ کی شان و شوکت کا

جنید وقت شبلئے زمان کہیے تو شایان ہے
کہ خالق نے کیا حاکم تجہے ملک ولایت کا

تری ذات مقدس وہ ہی جسکو فرطِ الفت سے
شہنشاہِ رسالت نے دیا خلعت ولایت کا

عجب جلوہ نظر آیا ہے مجہہ کو تیری صورت مین
بیان مین کر نہین سکتا مقید ہون شریعت کا

مٹایا کفر کی ظلمت کو یکسر نور ایمان سے
رخِ تابان ترا خورشید ہے برج ہدایت کا

جسے دیکہا توجہ سے دل اوسکا کر دیا روشن
نظر تیری نہین مصقل ہے زنگار کدورت کا

ہوا اکدم یہین ظاہر جو زبان سے تونے فرمایا
دلِ صافی ترا محرم ہے اسرارِ شریعت کا

ملا تا ہے اپنی آنکہو مین لگاتے ہین محبت سے
تری خاکِ قدم سرمہ ہے ارباب بصیرت کا

توکل پر گذر ہے جاہ و حشمت سے تنفر ہے
پسندِ خاطرِ عالی ہے اک گوشہ قناعت کا

خدا شاہد ہے موسیٰ کی طرح غش آگیا مجہکو
تری صورت مین دیکہا جبکہ جلوہ نور وحدت کا

تو شیخِ وقت ہے تیری اطاعت لیس عبادت ہے
ثمرِ جنت کا دیتا ہے شجر تیری محبت کا

طلب تیری ملاتی ہے خدا سے شک نہین اسمین
کہ ہے عشقِ مجازی نردبان بامِ حقیقت کا

محبت تیری ہے لاریب کنجی باغِ جنت کی
عداوت تیری ہے باعث جہنم کی عقوبت کا

اگرچہ شامتِ اعمال نے گہر سے کیا ہے گہر
مگر یہ فخر کیا کم ہے کہ ہم جلسہ ہون حضرت کا

تمنا ہے حضوری مین رہون اٹھون پہر حاضر
بجا لاؤن مین جان و دل سے عہدہ تیری خدمت کا

مجسمت جس کے دلمین کچھ بھی ہے مشتاق احمدؐ کی
وہ بیشک مستحق مضطر ہے احمدؐ کی شفاعت کا

مرا دل ہے جلوخانہ میان مشتاق احمد کا
ہوا ہون جب سے دیوانہ میان مشتاق احمد کا

اٹھو رندو چلو جلدی مئے عرفان ہی پی دیکھو
کھلا ہے آج میخانہ میان مشتاق احمد کا

وہی شمع ہدایت ہین وہی نجم کرامت ہین
نہ کیون عالم ہو پروانہ میان مشتاق احمد کا

جہان حور و ملک جن و بشر رہتی ہین خدمت کو
وہ ہے دربار شاہانہ میان مشتاق احمد کا

تعشق غائبانہ ہو گیا ہے اونکو حضرت سے
سنتا ہے جن نے افسانہ میان مشتاق احمد کا

کوئی جنت کا طالب ہے کوئی حورونکا سائل ہے
ہمارا دل ہے دیوانہ میان مشتاق احمد کا

جسے دیکھو یہان ڈوبا ہوا ہے عشقِ مولا مین
یہ دیوانہ وہ مستانہ میان مشتاق احمد کا

رہا کرتا ہون بیخود ہوش کچھ مجھکو نہین مضطر

پیا ہے جب سے پیمانہ بیان مشتاق احمد کا

فیض و کرم ہر اک پر محبوب عاشقین کا — ہے صورت پیمبر محبوب عاشقین کا

وہ کیون ڈرے کسی سے وہ کیون دبے کسی سے — ہو ہا نہ جھکے سر پر محبوب عاشقین کا

جا کر کہان کہان سے عالم نے فیض پایا — شہرہ جہان مین سنکر محبوب عاشقین کا

الیاس و خضر کو بہی جو راستہ بتائے — واقف ہے ایسا رہبر محبوب عاشقین کا

ذات خدا مین ملکر قطرہ ہوا ہے دریا — ہو مجھسے وصف کیونکر محبوب عاشقین کا

وہ کیون کسی کو اپنا حاجت روا بنائے — لطف و کرم ہو جسپر محبوب عاشقین کا

ہے ذات کبریا کا آئینۂ مصفا — وہ چہرۂ منور محبوب عاشقین کا

مشتاق احمد اونکا عالم مین نام مشہور — اس سے خطاب بڑہکر محبوب عاشقین کا

بینا وہی ہین آنکہین دنیا مین آج جن کو — دیدار ہے میسر محبوب عاشقین کا

مشرق سے تا بمغرب ڈہونڈا جہان مین ہمنے — پایا نہ کوئی ہمسر محبوب عاشقین کا

قربت نہ کیون ہو اوسکو اور کیون نہو حضوری
مضطر کے وہ ہین مضطر محبوب عاشقین کا

تیرے کوچہ مین یہی ہمنے ستمگر دیکھا — کوئی بیجان کوئی بسمل کوئی مضطر دیکھا۔

جبکہ اوس ماہ کا ہمنے رخ انور دیکھا — کیا کہین تجھسے کہ کیا کیا دل مضطر دیکھا

گالیان ہی مجھے دین تونے ہزارون اسپر
جب کبھی تیری طرف اے مہ انور دیکھا

آج مقتل مین ہراک غیر کے چھکے چھوٹے
جب گلے پر مرے چلتے ہوئے خنجر دیکھا

دیکھو وہ خون رلائیگا مجھے برسون تک
جانب غیر جو تم نے کبھی ہنسکر دیکھا

وہ جو میت پہ مری آئے تو حسرت نے کہا
خاک دیکھا جو کسی نے تمہین مرکر دیکھا

ہم سنا کرتے تھے تجھکو کہ تو اہل دل ہے
دل کے بدلے ترے سینہ مین تو پتھر دیکھا

مجھے کرتے ہین وہ تاکید کہ پچتائے گا
میری جانب جو کبھی آنکھہ اٹھاکر دیکھا

ان گداکو تو نہ دیکھوگے سوا اس در کے
مانگتے اور فقیرون ہی کو در در دیکھا

بدگمان کو یہ گمان گذرا کہ جیتا ہے ابھی
اس لئے ہاتھہ مری نبض پہ رکھکر دیکھا

خود ہی کھینچے لئے جاتا ہے کسی کوچہ مین
شوق سے بڑھ کے نہ ہمنے کوئی رہبر دیکھا

قتل کرکے بھی نہ قاتل کو مرے رحم آیا
یون روانہ ہوا پیچھے بھی نہ مڑکر دیکھا

دید کے بعد ہے اس بات کی حیرت مجھکو
کونسی آنکھون سے دیکھا اوسے کیونکر دیکھا

ہوگئے سیکڑون وارفتہ ہزارون بیہوش
نازسے اوس نے جدہر آنکھہ اٹھاکر دیکھا

پامین پازیب پہنی ہی غضب تھی ظالم
اوسپہ دو چار قدم نازسے چلکر دیکھا

کوئی کیا اوس بت بے مہر سے رکھے امید
دوست دشمن کو سدا جس نے برابر دیکھا

ہم نہ کہتے تھے کہ ہے عشق سے مرنا بہتر
غیر سے تم نے بھی تو دلکو لگاکر دیکھا

سہے سیاحت میں یہی ہر جا بجے مسند تکیہ
حاسد و تم نے مرا بخت سکندر دیکھا

اس زمانہ میں تو ایمان کی یہ ہے مضطر
اپنے اوستاد سا ہم نے نہ سخنور دیکھا

مسجد و دیر و کلیسا میں ہے جلوا تیرا ہو
ہر جگہ نور ہے عالم میں ہویدا تیرا

دل ترا جان تری عاشق شیدا تیرا
سب کا سب تیرا ہے پہر کسلئے میرا تیرا

وہیں مشتاق گرا صورت موسیٰ تیرا
آنکھوں کے سامنے جب آگیا جلوا تیرا

بات کرنی تو بڑی بات ہے اوروں سے اوسے
آنکھہ اوٹہا کر بہی نہ دیکھے کبہی شیدا تیرا

چلدئے دونوں ندامت کے سبب دنیا سے
نہ کہچا مانی و بہزاد سے نقشہ تیرا

سات پردوں میں بہی تو ہو تو تجہے دیکھینگے
ہم نظر بازوں سے بیکار ہے پردا تیرا

چشم محبوب ہے تو اور ملائے آنکھیں
منہ نہ بن جائے کہیں نرگس شہلا تیرا

تیرے سایہ میں بہی ہے طور کے شعلہ کی جہلک
ڈہلگیا نور کے سانچے میں سراپا تیرا

دل وہ بیکار ہے جسمیں نہیں الفت تیری
سر وہ بیکار ہے جسمیں نہیں سودا تیرا

پہر تو باقی رہے شاید ہی کوئی دنیا میں
قتل عشاق ہے جب کہیل تماشا تیرا

اپنے سجدہ کی جگہ اوسکو بنالیں عاشق
دیکھہ پائیں جو کہیں نقش کف پا تیرا

کہیں آنیکا رہا ہوں نہ کہیں جانے کا
جب سے پابند ہوں اے زلف چلیپا تیرا

زاہد و شیخ و برہمن بھی ہین تیرے مفتون
وہ بنایا ہے خدا نے رخ زیبا تیرا

دیکھے دل اوسکو کبھی ذکر نہ کرنا مضطر
ہین وہ اوچھے جو کیا کرتے ہین میرا تیرا

یہ مدت سے دل مبتلا ہے کسی کا
یہ کمبخت عشق اک بلا ہے کسی کا

کسی کا ہو سر اور کسی کا ہو زانو
دم نزع یہ مدعا ہے کسی کا

نگاہون کی شوخی یہ خود کہہ رہی ہے
ابھی آپ نے دل لیا ہے کسی کا

جو لکھا تھا تقدیر مین پیش آیا
زبان پر مری کب گلا ہے کسی کا

اُبھارے ہوئے سینہ پھرتا ہے بیباک
یہ انداز بیشک نیا ہے کسی کا

کبابون کے جلنے کی بو آرہی ہے
مگر ہجر مین دل جلا ہے کسی کا

جو وہ ترک کرتا ہے بات تو کردے
وہ کیا اے عزیز و خدا ہے کسی کا

مری قبر پر وہ یہ حسرت سے بولے
فقط اب نشان یہ رہا ہے کسی کا

اسے لطف کہتے ہین اے حضرت دل
یہ ظلم و ستم سب بجا ہے کسی کا

بتا دو نہ مضطر طبیعت ہے کس پر
یہہ راز آجتک کیا چھپا ہے کسی کا

قتل کرنے کو مجھے جب وہ ستمگر آیا
اوسکا انداز بھی کھینچے ہوئے خنجر آیا

یاد نے اوس کی زمانے کو بہلایا مجھ سے
لیکن اِس بات کا اوس بت کو نہ باور آیا

دیکھکر مجہکو وہ محفل مین عدد سے بولے
اِسکو غیرت نہین پھر آج مرے گھر آیا

سر قلم کرکے مین خود نذر کرونگا اپنا
کہینچکر آج وہ شمشیر جو باہر آیا

ہمبرے قاصد سے غضب ناک وہ ہوکر بولے
کیا ترا کام تہا تو کس لیے یان پر آیا

نام تک بھی ترا بہولے سے نہ لونگا ظالم
کبہی قابو مین جو میرا دلِ مضطر آیا

شکر ہے آج مرے دلکی بر آئی آمید
بے بلائے مرے گہر آپ وہ دلبر آیا

مین تصدق ترے اے موہنی صورت والے
سچ تو کہہ کس لیے تو آج مکدر آیا

آرزو نکلیگی ہو جائے گا دیدار اوسکا
گر وہ تقدیر سے مضطر سرِ محشر آیا

ضعف سے عاشق ترا کل اسقدر ناچار تہا
سانس کا لینا ترے سر کی قسم دشوار تہا

کیا نزاکت ہے کہ اوس سے بہی لچکتی تہی کمر
جوہی کے پہولونکا جو اوسکے گلے مین ہار تہا

ہائے کس نازو ادا سے شکوہ وہ کہنے لگے
ہمنے پورا کر دیا جو آپ سے اقرار تہا

سچ بتا نامہ بر نے جو کہ کل لا کر دیا
خط کسی کا تہا مرے جان یا کہ وہ اخبار تہا

دو ہی دنمین وہ بہی چکھ لینگے جو ہمین ہین مزے
وہ ہی اونکو ہو گیا ہے جو ہمیے آزار تہا

قطعہ

ایک بوسہ کی طلب پر اب ہین سو سو گالیان
کیا ہی برتاو مجھسے پہلے ہی اے یار تہا

وہ زمانہ بہی تو اپنا یاد کر لیجے ذرا تو
ہونٹکے کرتے ہی مرے آگے گل رخسار تہا

اب ہنرمندونکو بہی عنقا ہے کیسا روزگار
اک زمانہ مین ہر اک بیکار ہی باکار تہا

اب وہی سو گالیان آکر سناتے ہین مجھے
بات کرنے مین جنہین مجھسے کبہی انکار تہا

شہر دہلی ہو گیا ویرا بتے سے ہی اب سوا
عہد مین شاہ جہان کے کسقدر گلزار تہا

قطعہ

دوست دشمن تہے نہ تہے لیکن ہمارا باوفا
غم غلط کرنے کو ظالم یہ دل بیمار تھا۔

کیا خدا جانے پڑہایا آنتے ہی تو نے سبق
یہہ بہی تیرا ہو گیا جو ایک اپنا یار تہا

جسکے نالون نے تمہین شب بہر نہ کل سونے دیا
وہ تمہارا مبتلا مضطر پس دیوار تہا

ہمارے آپکے باہم وفا کا عہد و پیمان تہا
کہا مینے جو اوس بت سے وہ خود اس پر پشیمان تہا

رسائی غیر ممکن تہی گئے واپس چلے آئے
جو دیکہا بزم جانا مین ہر اک اوسکا نگہبان تہا

نہ پہونچا در پہ اوس بت کے جو قربان نقد جان کرتا
مرے دلمین یہ مدت سے خدایا اک اربان تہا

تمنائے شہادت بہی مری تمنے نہ کی پوری
یہی اک دلکی حسرت تہی یہی اک دلکا اربان تہا

ہزارون غنچہ رو آ آکے بن جاتے تہے اِس دلمین

ہمارا دل بھی اے مضطر کبھی رشکِ گلستان تھا

کس لئے پردہ نشین غیر سے پردا نہ کیا
پاس کچھ عزت و حرمت کا بھی اصلا نہ کیا

اور کس کس کا بھلا آپنے کہنا نہ کیا
سارے عالم کا کیا ایک ہمارا نہ کیا

خود خدا کہتا ہے پھر میری حقیقت کیا ہے
تیری مانند کوئی دوسرا پیدا نہ کیا

اپنے پیارے کا ہے پیارا یہ سمجھکر اوس پر
اقربا نے بھی مرے خونکا دعوی نہ کیا

میرے کہنے سے کیا قتل کہ اُسکے - مجھکو
میرا چاہا کیا یہ - غیر کا چاہا نہ کیا

ایسی کیون وعدہ خلافی پہ کمر باندھی ہے
وعدہ کرکے جو کبھی آپنے پورا نہ کیا

ایک بیمارِ محبت پہ ستم کے حق مین
تم نے کیا کیا نہ کیا غیر نے کیا کیا نہ کیا

کُشتۂ نازکو ٹھکرا کے یون ہی چھوڑ دیا -
کیسے پھر آپ مسیحا ہین جو زندہ نہ کیا

سُن کے شاید نہ دہل جائے کہین دل اونکا
اسلئے ہجر مین ہمنے کبھی نالا نہ کیا

چھوڑکر ہمکو جو اغیار کے بن بیٹھے ہو -
دیکھو پچتاوگے یہ تمنے کچھ اچھا نہ کیا

نخلِ الفت کا ثمر تھا مرا رسوا کرنا -
مین تو خود کہتا ہون یہ آپنے بیجا نہ کیا

اتنی سی بات پہ راندہا گیا شیطان لعین
خاک کو حضرتِ آدم کی جو سجدہ نہ کیا

وہ اور اس فعل سے باز آتے بھلا اے مضطر
اپنی رسوائی تھی اسواسطے رسوا نہ کیا

جب سے ہے عشق مجھے اوس بت ہرجائی کا
پاس عزت ہے نہ کچھ خوف ہے رسوائی کا

آنکھین پھر قدمون کے نیچے نہ بچھائی کیونکر
آپ پر پیار ہے جب آپکے شیدائی کا

تمغہ عشق سمجھتا ہون مین بدنامی کو
کوئی سمجھا کرے ٹیکا اُسے رسوائی کا

کبھی مجھسے کبھی تم سے کبھی اون سے جو ملے
کون بیچپا کرے ایسے بت ہرجائی کا

آپ تو کیا ہین جو پتھر ہو تو پانی بنجائے
حال کہدون اگر اپنی شب تنہائی کا

ایک مردہ کو بھی زندہ تو نہ کرتے دیکھا
کس لئے بھرتے ہین دم پھر وہ مسیحائی کا

وصل کی رات ہے اغیار سے خالی ہی مکان
بے حجابانہ ملو وقت ہے تنہائی کا

مجھکو ڈر ہے کہ تمناؤن کے ہمراہ کہین
میر بجان خون نہ ہو جائے تمنائی کا

سر پہ ہے خاک پڑی پا مین ہین خار صحرا
اور ہے چاک گریبان ترے سودائی کا

وقت مردن ترا زانون مرا سر ہو پیارے
یہی مدت سے ہے ارمان ترے شیدائی کا

ہمنے مانا کہ حسین تمسا نہین ہے لیکن
اپنے منہ سے تو نہ دعویٰ کرو یکتائی کا

جلوہ افروز سر بام اوسے دیکھ کے کل
کیسا دل شاد تھا ہر ایک تماشائی کا

میر بجان آپ کہرا کھوٹا پرکھلے انسان
مادہ گرچہ ہو انسان مین دانائی کا

غیر ہرگز بھی وہان سے نہ نکالا جاتا
اوسپہ یہ صبر پڑا میری شکیبائی کا

دو دو باتین کرے محفل مین ابھی مضطر سے

گرچہ دعویٰ ہے بہت غیر کو گویائی کا

ترا بیمار الفت تجھسے اچھا ہو نہین سکتا
مسیحا اور کیا ہوگا جب اتنا ہو نہین سکتا

عدو کے دامِ مکاری مین وہ ایسے مقید ہین
ہمارے پاس بھی اب اونکا آنا ہو نہین سکتا

یہ وہ بیمار ہے تیرا اگر چرخِ چہارم سے
مسیحا بھی اُتر آئین تو اچھا ہو نہین سکتا

کیا تہا عمر بہر مین صرف اک بوسہ طلب بہنے
وہ اس پر بھی لگے کہنے کہ ایسا ہو نہین سکتا

بلا سے اوسکی کوئی حور ہو یا ہو پری کوئی
کسی پر بہہ ترا شیدا تو شیدا ہو نہین سکتا

اطبّا دیکھکر مجھکو یہ حسرت سے لگے کہنے
یہ بیمارِ محبت ہم سے اچھا ہو نہین سکتا۔

حسینانِ جہان سارے خریدار یکے خواہان ہین
ہمارے دل کا اس جھگڑے مین سودا ہو نہین سکتا

دمِ آخر طلب کرتا ہے یون وہ فتنہ گر مجھکو
یہ سوچا ہے کہ اب تو اوسکا آنا ہو نہین سکتا

ہمین چاہے زمانہ چھوڑ دے اس ضد مین اَمضطر
ہم اونکو چھوڑ دین ہم سے تو ایسا ہو نہین سکتا

سمجھ لین نہ کیون ہم اشارا تمہارا
ہوا ایک دل جب ہمارا تمہارا

جسے پیار کرتے تہے پیارا سمجھکر
پہرے دربدر اب وہ پیارا تمہارا

ملین جس سے جی چاہے وہ حضرتِ دل
بھلا اسمین کیا ہے اجارا تمہارا

فقط حسن اور عشق نے ملکے باہم
کیا رازِ افشا ہمارا تمہارا

فدا ہو کے مرجائے تم پر سے عاشق
اگر پائے کچھ بھی اشارا تمہارا

ہیں سو جان سے اس سادہ لوحی پہ قربان
جو دشمن ہمارا وہ پیارا تمہارا

گرین راہ میں سیکڑوں مثلِ موسیٰ
لبِ بام گر ہو نظارا تمہارا

ہزار نہیں کہدو نہیں لاکھو نہیں کہدو ہن
کہ بردہ ہوں صاحب تمہارا تمہارا

کہیں جائیں دنیا میں ہم ہیں تمہارے
ہمیں ہر جگہ ہے سہارا تمہارا

یہ کس کا جگر ہے یہ کس کی نظر ہے
کرے کوئی آکر نظارا تمہارا

وہ کل آکے کہنے لگے مجھسے **مضطر**
مبارک ہو تم کو یہ پیارا تمہارا

کسکے خنجر کا مزہ آج مجھے یاد آیا
ٹکڑے ہو کر جو مزہ پر دلِ ناشاد آیا

بعدِ مدت مرے گہر میں وہ پری زاد آیا
جو مجھے بھول گیا تہا میں اوسے یاد آیا

شکر صد شکر دعائیں مری مقبول ہوئیں
اوسکی محفل سے عدو مضطر و ناشاد آیا

تہا اشارہ تری ابرو کا ستمگر کافی۔
کس لئے باندہ کے تو خنجرِ فولاد آیا

آہ وہ پہلی سی وحشت مجھے پہر ہونے لگی
آہ پہر بیٹھے بٹھائے مجھے وہ یاد آیا

اوٹھہ کہڑا ہوگا ہر اک دادرسی کو اپنی
گر دمِ حشر میں لیکر تری فریاد آیا

کل جو اصلاح لیا کرتا تہا مجھسے **مضطر**

آج وہ بن کے مرے سامنے اوستاد آیا

عطا مجکو ہوا روزِ ازل سے عشق جانانکا
یہ میرے ساتہہ جائے گا یہ ساتہی ہے مرے جانکا

اوسے پہر عشق شاید ہوگیا زلفِ پریشان کا
ترے وحشی نے پہر رستہ لیا کوہ و بیابان کا

جلاکر خاک و خاکستر کیا دشت و بیابان کو
گرا آنسو زمین پر جو ہماری چشم سوزان کا

یقین ہے اب کسی عنوان دونونکو نہ چہوڑیگا
وہ کافر ہوگیا دشمن ہمارے دین و ایمان کا

لگاؤ تو بہلا دیکہین کہ تیر انداز کیسے ہو
جہان پیوستہ پہلے ہے تمہارا تیر مژگانکا

نہ مانی ایک میری اوس پری پیکر نے صد افسوس
ہین اوسکو واسطہ دیتا رہا تختِ سلیمان کا

وہ بد قسمت ہین جو جاتے ہین تنہا کنجِ مرقد مین
ہمارے ساتہہ تو جائیگا مجمع یاس و حرمان کا

نہ رکہا اوس بتِ کافر نے قایم ایک کا ایمان
یہودی کا نصارا کا برہمن کا مسلمان کا

مری میت پہ رونیکو نہ وہ عیار بیٹہا تہا
دکہانیکے لئے عالم کو اوس نے اپنا منہ ڈہانکا

وہ ڈوبا چاہ مین ایسا نہ نکلا آجتک ہرگز
ہوا تہا عشق جسکو آپکی چاہِ زنخدان کا

ہمارا یہ دلِ مشتاق کسکا عشق رکہتا ہے
ادا کا ناز کا انداز کا شوخئے جانان کا

خدا جانے مسیحا تمکو کیونکر لوگ کہتے ہین
نہ پوچہا حال تمنے آکر کبہی بیمارِ ہجران کا

خدا نے اسلیئے پیدا کیا آدم سے حوا کو
شریکِ حال رہنا چاہیئے انسانکو انسان کا

گئے ہین جان پر جب کہیل کر اپنی تو پہونچے ہین
نہ مانا ایک کا کہنا نہ دشمن کا نہ دربان کا

خرامِ ناز کی شاقیان و نزاکت ہوتی ہین
پتہ ملتا نہین دنیا مین اب گورِ غریبان کا

گیا ہون عشق کے کوچہ مین جبسے تن آنکہ صبح
کھلا رہتا ہے میرے سامنے اک بابِ عرفان کا

گلستان مین بہت رہتا ہے پیچ و تاب سنبل کو
مری جان دیکھکر یہ پیچ تیری زلفِ پیچان کا

تمہارا تو مری جان بچپنے سے کام ہی یہ ہے
یہان پہونچے وہان پہونچے یہان تاکا وہان جہانکا

یہ کیا طرزِ سخن اوستاد کی مضطر اڑائی ہے
پھرا ہر ایک مصرعہ مین جو مضمون ایک دیوانکا

گر سینہ مین میرے دل مضطر بہی نہ ہوتا
مین آکے کہڑا آپ کے در پر بہی نہ ہوتا

کافی تہی مرے قتل کو شمشیرِ ادا ہی
تہی موت ترے پاس جو خنجر بھی نہ ہوتا

اے جانِ جہان آج اگر آپ نہ آتے
تو زندہ یہان عاشقِ مضطر بھی نہ ہوتا

گر بوئے وفا نام کو بہی ہوتی تو پیارے
دل میری طرف سے ترا پتہر بھی نہ ہوتا

ہوتا نہ اگر اسمین ترے عشق کا سودا
واللہ مرے تن پہ مرا سر بھی نہ ہوتا

گر آپ قدم رنجہ نہ فرماتے تو واللہ
آباد یہ ویرانہ مرا گہر بہی نہ ہوتا

ہوتا کوئی مجھسا جو نہ مظلوم جہان مین
پہر تہا یہ یقین مجھکو کہ محشر بہی نہ ہوتا

گر آپکا یون حکم نہ ہوتا تو عدو آج
اسطرح سرِ راہ مرے سر بہی نہ ہوتا

عالم نہین فاضل نہین حبب آپکا مضطر

شاعر بھی نہ ہوتا وہ سخنور ہی نہ ہوتا

بدل سے بہیں ناصح نامہ بر کا
دم آخر تو آکر لطف دیکھو
بہانہ تہا انہیں خونِ تمنا
سیہ نامہ مٹا رحمت سے اوسکی

لبشر سے کام چلتا ہے لبشر کا
کسی کی حسرت آلودہ نظر کا
بہانہ وصل مین تہا دردِ سر کا
گرا قطرہ جو اشکِ چشم تر کا

دلِ مضطر لیا ہے جان بھی لو
اُٹھائے کون غم آٹھون پہر کا

مدعا خاک نہ نکلا دلِ مضطر تیرا
کبھی چلمن ہی سے دیکھون رخِ انور تیرا
نہ سہی لطف ستم تو ہے ستمگر تیرا
بھول کر نام نہ لیتا وہ ستمگر تیرا
مجکو ڈر ہے کوئی مظلوم نہ کہہ بیٹھے کچھ
جمع احباب بھی ہین ابر بھی ہے اے ساقی
شغلہ ہے ترے وحشی کا یہی آٹھ پہر
آئی تسکین کو تصویرِ خیالی تیری

نہ ہوا جان بھی لیکر وہ ستمگر تیرا
پردے پردے مین ہو دیدار میسر تیرا
یہہ بھی احسان ہے اک قسم کا ہمپر تیرا
عشق کی وجہ سے مجبور ہے مضطر تیرا
کھل نہ جائے کہین عقدہ محشر تیرا
کج گردش ہی مین شب بھر رہے ساغر تیرا
تو تصور مین ہے اور نام ہے لب پر تیرا
ہم نے جب نام لیا ہجر مین دلبر تیرا

اے شہ حُسن ترے حُسن کی کہتا ہون قسم | حُسن والون مین نہین ہے کوئی ہمسر تیرا
مجکو ادرون سے غرض کیا ہے مجھے واسطہ کیا | میری جانب سے تو دل ہوگیا پتھر تیرا
ایک دل ہے تو وہ ہر وقت ہی بیمار و حزین | دوسرا ہو جو مرے پاس تو دلبر تیرا
تیغ دشمن سے مرے سر کو اُتارا تو نے | ظلم پر ظلم ہوا ہائے ستمگر تیرا
دیکھکر صاف مرے آئینہ رو کی صورت | آئینہ ہوگیا سکتہ مین سکندر تیرا
اے عدو عشق مین کیا ہو مجھے آرام نصیب | میری قسمت نہین جیسا ہے مقدر تیرا
جو پھنسا اِس مین کسی طرح نہ نکلا تا زیست | پیچ در پیچ ہے اے زلف معنبر تیرا
ظلم کرنے کو محبت سے بلاتا ہے تو | دن پھرے میرے جو یہہ لطف ہی مجھپر تیرا
بعد مرنے کے بہی احباب کرینگے یہین دفن | یار مرکر بہی نہ چھوڑینگے کبہی در تیرا
قیس و لیلی کو تو اسوقت مین سب بہول گئے | تذکرہ میرا ہے یا ذکر ہے گہر گہر تیرا
ہاتھ دہوکے تو عبث پیچھے پڑا ہے اے دل | شرط بدتے ہین جو ہوجائے وہ دلبر تیرا
ہمسے انداز کسی شوخ کے یہہ کہتے ہین | لے گیا دل وہی محفل سے چُراکر تیرا
دے چکے ہین تجھے ہم خانۂ دل مدت سے | رہے آباد کہ ویران یہہ ہے گہر تیرا
مدعی اور سرِ بزم کرے طعن کی بات | پایا جاتا ہے فتور اسمین سراسر تیرا
بل مقدر کا شب غم کا مری طول ورنگ | کچھ ترے پاس نہین کاکل دلبر تیرا

ساقیا خیر تری اور ترے میخواروں کی
ہم فقیروں کو ملے جھوٹا ہی ساغر تیرا

تجکو کیا شاد رہے یا کوئی ناشاد رہے
تو نہ چوک اوس سے جو ہے کام ستمگر تیرا

بدگمان کان مین اک بات فقط کہنی ہے
بوسہ گر لین تو ہے قرآن کی جا سر تیرا

داد دی آج معزز شعرا نے تجھکو
جمگیا رنگ نہ جمنے پہ بہی مضطر تیرا

آرام مین ہے وصل کی شب یار کسی کا
سوتا ہے مگر طالع بیدار کسی کا

پہرتی ہے نظر مین نگہ مست کی شوخی
مدہوش کسی کا ہون نہ ہشیار کسی کا

بیچارے کو دشوار ہے بستر ہی سے اٹھنا
دنیا سے بہی اٹھے گا نہ بیمار کسی کا

تم چاہو تو آسان نہ چاہو تو ہے مشکل
ناخن مین ہے ہر عقدۂ دشوار کسی کا

اے مرگ شب غم ترا اللہ نگہبان
پہچان مین آتا نہین بیمار کسی کا

مضطر مری حیرت ہے تماشہ سر محفل
منہ دیکھ رہا ہون دم گفتار کسی کا

مین بلا سے نکل نہین سکتا
یہہ مقدر بدل نہین سکتا

دل کا ارمان نکل نہین سکتا
مین ترے در سے ٹل نہین سکتا

نخل امید پہل نہین سکتا
ہائے بس اپنا چل نہین سکتا

جاؤن کسطرح اوس مسیحا تک — دو قدم بہی تو چل نہین سکتا
کہویا جاتا ہون دیکہکر اوسکو — منہ سے شکوہ نکل نہین سکتا۔
بزمِ جانان مین دلکو اے ہمدم — کیا سنبہالون سنبہل نہین سکتا
ایک کی ایک تاڑتا ہے نظر — وان اشارہ بہی چل نہین سکتا
آسمان اون کا وہ ہمارے ہین — رنگِ الفت بدل نہین سکتا

کائیان ہے وہ شوخ اے مضطر
فقرہ کچھ اوسپہ چل نہین سکتا۔

غیر کو پاس سے دم بہر بہی تو ٹلنے نہ دیا — دل کا ارمان ستمگر نے نکلنے نہ دیا
اوسکی محفل مین پہنچتا تو پہنچتا کیونکر — دو قدم بہی تو مجہے ضعف نے چلنے نہ دیا
وہ بہی شیدا ہے مری طرح تمہارے رُخکی — شمع کو بزم مین کسواسطے جلنے نہ دیا
حال کہلتا نہین کیون دیتے ہو تعزیر ہمین — منہ سے شکوہ بہی تو کچہہ ہمنے نکلنے ندیا
گالیون مین تری واللہ جو پائی لذت — لطف یہ ہمکو کبہی قند و عسل نے نہ دیا
ہائے کیا اے فلکِ پیر مین تجکو کوسون — نخلِ امید کبہی پہولنے پہلنے نہ دیا

کہہ کے لایا ہے اسیوقت جو تو اے مضطر
کچھ مزا آج ہمین تیری غزل نے نہ دیا

سامنے سے میرے اوسکا جب گذر ہونے لگا
عشق کے سودے سے مجھکو درد سر ہونے لگا

ہوگئی سب دور تاریکی اوجالا ہوگیا
جلوہ فرما جب سے وہ رشک قمر ہونے لگا

اپنے وعدہ پر الٰہی کیا نہین آئین گے وہ
خود بخود کیون آج دل زیر و زبر ہونے لگا

زلف کا سودا تہا پہلے اب ہے مژگانکی خلش
درد سر جاتا رہا درد جگر ہونے لگا

ہاتھ جاتا ہے گریبان تک جو اونکا بار بار
کیا مری وحشت کا کچھ اون پر اثر ہونے لگا

چلدیا یہہ کہکے آدہی رات سے وہ رشک ماہ
صبح صادق ہوگئی رخصت قمر ہونے لگا

کل ہی تو مجمع مین توبہ آپنے کی اور آج
ظلم ناحق پھر دل بیتاب پر ہونے لگا

میکدہ مین شیخ صاحب کا ہر اک تہا منتظر
اونکے آتے ہی وہان پر شور و شر ہونے لگا

تیری امیدین بھی برآئینگی اب **مضطر** تمام
یار تیرا بیخبر تہا باخبر ہونے لگا

مشورہ آج یہ ٹھیرا ہے جفا کارون کا
امتحان لیجیئے کل اپنے وفادارونکا

وعدہ کرکے جو نہ آیا وہ بت رشک قمر
کام کرنے لگے سب بستر گل خارونکا

وہ جو تنہا ملے کل بوسہ پہ بوسہ مین نے
لب شیرین کا لیا اور کبہی رخسارون کا

وہ پریزاد اب آیا ہے عیادت کیلئے
خاتمہ ہو ہی چکا عشق کے بیمارون کا

ایک ہی گھونٹ مین سب چھوڑ کے تقوا زاہد
معتقد ہوگیا کیون آج تو میخوارون کا

اپنی بیتی ہوئی کہتا ہون خدا شاہد ہے ۔ کام کرنے لگے اب یار بھی عیّارون کا

کیون تصدق نہ ہون احمد پہ دل و جان مضطر
حشر کے روز وسیلہ ہے گنہگارون کا

میرے مرنے کا اونہین وہ غم رہا ۔ مدتون تک اونکے گہر ماتم رہا
کیون نہین آتا الہی کیا ہوا ۔ نامہ بر کمبخت جا کر جم رہا
اونکا آنچل بہی نہ دیکہا آجتک ۔ دید کا مشتاق ہی عالم رہا
ہوگئے دو ٹوک جیب بھی عمر بھر ۔ رشتۂ الفت مرا قایم رہا
کیا بتا ہین حال ہمدم وصل کا ۔ لطف جو کچھ رات بہر باہم رہا
یاد کر کے اب مجھے کہتے ہین وہ ۔ میرا جوگی ہائے کس جا جم رہا

ہو نہ کہنے سے مضطر اور بھی
وہ بہت نا آشنا برہم رہا

ہمین کو سیکڑون دشنام بے خطا دینا ۔ نہ جرم پر بھی کبھی غیر کو سزا دینا
گل کلام کو نزہت وہ اے خدا دینا ۔ کہ بزم شعر مین رنگ سخن جما دینا
اسی کا نام وفا ہے بڑے وفا والے ۔ عدو کو پاس بٹھانا ہمین اوٹھا دینا
شب فراق جو اپنے خیال کو بھیجو ۔ اوسے بہی شوخی و انداز تم سکھا دینا

اگرچہ ملنا ہے ہم سے تو غیر سے نہ ملین
یہ صاف صاف اونہین ہم نشین سنادینا

ستاؤ جتنا ستانا ہے بے خطر ہو کر
نہین ہے کام فقیرون کا بددعا دینا

جو اونکی ابروے پرخم کی بیٹے کی تعریف
عدو سے بولے کہ خنجر ہمین ذرا دینا

سوالِ بوسہ پہ سائل کو گالیان دینی
بکالا میرے سخن نے ہے یہہ نیا دینا

تمام دوست بہی دشمن بہی داد دین مضطر
مشاعرہ مین وہ رنگِ سخن جما دینا

لطف یہہ حاصل ہوا ہے مجہکو اب بیداد کا
ہر کسی سے پوچہتا پہرتا ہون گہر جلاد کا

کیا بتا تم پوچہتے ہو خانمان برباد کا
ایک مدت سے ہے گہر ویران مجہہ ناشاد کا

کیا سناؤن حال تمکو اِس دلِ ناشاد کا
مختصر یہہ ہے کہ دم باقی نہین فریاد کا

شاخ طوبی کب مقابل تیرے قد کے ہوسکے
آگے تیرے حوصلہ کیا سرو کا شمشاد کا

تم رہو گہر مین عدو کے مین رہون تمسے جدا
خوب سیکہا ہے طریقہ دور کی بیداد کا

ہر گہڑی بیتاب ہون مین ہر گہڑی بیچین ہون
مجہکو یہ ثمرہ ملا ہے یار تیری یاد کا

عشق کیون تو نے کیا پہر اے دلِ خانہ خراب
گر نہ تہا تجہکو تحمل یار کی بیداد کا

اب نہ خواہش مجہکو غلمانکی نہ جنت کی ہوس
جب سے مین شیدا ہوا اک حور آدم زاد کا

دیکہہ لینا ایک دن چکر مین آجائیگا یہہ
میرے آگے حوصلہ کیا چرخ بے بنیاد کا

دم لبون پر ہے ہمارا اب بہی ظالم تو نہ چوک | حوصلہ باقی نہ رہا اے کہین بیداد کا

کیا قصیدہ کیا رباعی کیا مخمس کیا غزل
جو مجہے آتا ہے مضطر صدقہ ہے اوستاد کا

اور کیا کیا نظر نہین آتا | اپنا پیارا نظر نہین آتا
غیر کا ہو چکا وہ حضرت دل | اب وہ اپنا نظر نہین آتا
جب سے دیکہا ہے اوس پریوش کو | کوئی اچہا نظر نہین آتا
عیش و عشرت کا اپنے پہلا سا | اب زمانہ نظر نہین آتا
گو وہ موجود ہے مرے دلمین | پہر بہی جلوہ نظر نہین آتا
پاؤن کو بہی چہوا تو وہ بولے | بے ادب کیا نظر نہین آتا
ہائے جاتا ہے روز غیر وہان | گذر اپنا نظر نہین آتا
جان دینے کو ہم تو بیٹہے ہین | لینے والا نظر نہین آتا
اوس نے وعدہ کیا ہے آنیکا | مجہکو آتا نظر نہین آتا
صرف بے جا کے کرنیوالونکو | نیک و بد کیا نظر نہین آتا

جو ہین بینا او نہین وہ اے مضطر
کونسی جا نظر نہین آتا

جو مین نے وصل کا لکھکر اوسے سوال دیا
جواب مین مرے اوس بت نے ہنسکے ٹال دیا

وہ ایک نگاہ مین اپنا غلام کرتے ہین
الٰہی تو نے بتون مین یہہ کیا کمال دیا

سدا ہمارے ہی کہنے کو ٹال دیتے ہو
سوال غیر کا سُنکر کبہی نہ ٹال دیا

عجیب چیز ہو واللہ ایک بوسہ کو
کہا جو ہمنے تو ہم صحبتون پہ ڈہال دیا

دغا سے چال سے پہلے تو لیلیا دل کو
پہر اوسکو باندہ کے زلفون مین تمنے ڈال دیا

لڑا کے آنکہ مصیبت مین پہنس گئے افسوس
اس اچّھی جان کو آفت مین ہمنے ڈال دیا

قسم ہے آپکے سر کی جواب کسی سے ملین
بتون نے حضرت مضطر بہت ملال دیا

کسی کے عشق مین دلکو تو اضطراب نہ تھا
ہزار ورجہ ہم اچّھے تہے جب شباب نہ تہا

اگر وہ پوچہتے کسنے کہا تہا دل دیجیے
تو اِس کا پاس ہمارے کوئی جواب نہ تہا

ہمارے ساتہ تو آکے کہیلتے تہے حسین
قلق تو یہ ہے کہ جب عالمِ شباب نہ تہا

وہان سے نامہ بہی آیا تو غیر مضمون کا
مرے سوال کا اوسمین کہین جواب نہ تہا

ہمارے واسطے شرم و حیا ہے دامنگیر
عدو کے ساتہ تو کچھ بہی تمہین حجاب نہ تہا

کبہی یہہ دِلّی تہی آباد باکمالون سے
جہان مین کسی اوستاد کا جواب نہ تہا

ہوا ہے وصل تو جب سے غضب مین ہون مضطر

فراق مین تو مجہے ایسا اضطراب نہ تہا

نقاب رُخ سے نہ للّٰلہ تم اوٹہا لینا
زمانے بہر کو نہ مفتون کہین بنا لینا

گرا گرا مین خدا کے لئے چلو جلدی
سنبہالنا مجہے اے نازو ادا لینا

ترا خیال ہی باقی ہے ایک اپنے پاس
خدا کے واسطے اوسکو نہ تو بلا لینا

یہہ کہدیا تہا مری روح نے مقدر سے
تمام چیزون مین ہے عشق کام کا لینا

یہہ گر نہ جائے کہین ہاتہ سے دل مضطر
سنبہال کر اسے اے جانِ من ذرا لینا

مجہہ پہ روشن ہے ہر اک حال جو وارا تیرا
مجہکو معلوم ہے ہر ایک اشارہ تیرا

جاتا ہی تو بہی مجہے چہوڑ کے تنہا ظالم
مجہکو باقی تو فقط ایک سہارا تیرا

پہر نظر مین نہ کوئی اوسکے سمایا تا زیست
ہوگیا ہے جسے دیدار دل آرا تیرا

تن بیجا نمین جان آگئی میرے فوراً
جب کہا لوگون نے وہ آگیا پیارا تیرا

کسطرح چین اوسے آئے تری فرقت مین
رات دن کرتا تہا جو شخص نظارا تیرا

یان ندے داد ترے ظلم وستم کی کوئی
ہوگا انصاف وہان خیر ہمارا تیرا

جا کے تو غیر کے گہر چین سے آرام کرے
کسطرح مجہکو ہو یہہ ظلم گوارا تیرا

جو ادا تجہہ مین ہی یہ اوسمین کہانسے آئی
نقشہ گو لاکہہ مصوّر نے اوتارا تیرا

دیکھے دل کیون نہ پڑین جانکے لالے مضطر
نہ رہا کوئی زمانے مین سنہارا تیرا

عزیزو ذبح نے مرے چاہا جو اونسے خون بہا لینا
موی میت سے یہہ آئی صدا اب اونسے کیا لینا

تری یہ کمسنی اللہ رے اور یہہ ترا دیدہ
ترا ہی کام ہے غیرونسے آنکھونکا لڑا لینا

مجھے انبوادا کی تیغ سے تم قتل کر ڈالو
صدائے قُم باذنی کہکے پہر چاہے جلا لینا

مرے رونے پہ وہ سفاک یون ہنسکر لگا کہنے
تجھے یہ خوب آتا ہے فقط آنسو بہا لینا

مرے حالِ پریشان پر یہ کہتے ہین سب مضطر
ہماری رائے مین بہتر ہے اس سے زہر کہا لینا

جو نہ یہہ بناؤ ہوتا جو نہ یہہ سنگار ہوتا
مرے مرغِ دل کا کیونکر مری جان شکار ہوتا

سہی بزم اسطرح مین نہ ذلیل و خوار ہوتا
مرے کہنے مین جو میرا دلِ بیقرار ہوتا

نہ زمین د چرخ ہوتے نہ یہہ روزگار ہوتا
مرے منہ سے گر برآمد کبھی اک شرار ہوتا

مرے ساتھ گر تعلق سبب تجھے گلعذار ہوتا
مرا اعتبار کرتا مرا اعتبار ہوتا

تجھے قدر عاشقون کی مری جان خوب ہوتی
ترا نیش غم سے سینہ جو کبھی فگار ہوتا

مری داستان پر غم وہ ہی جانگداز ہمدم
جو مین سنگ کو سناتا تو وہ اشکبار ہوتا

غلطی ہوئی یہ ہم سے خط اوسے طویل لکھا
وہ ضرور اوسکو پڑہتا اگر اختصار ہوتا

مری گور پر نہ اُگتی کبھی نرگس اے ستمگر — جو نہ بادِ مرگ تیرا مجھے انتظار ہوتا
ترے رُخ پہ گر نہ مرتا ترا دم اگر نہ بھرتا — ترے سر پہ رات بھر یون نہ قمر نثار ہوتا
ہوئی خیر اسی مین اوسکی کسی رند سے نہ اُلجھا — نہین شیخ کا گریبان ابھی تار تار ہوتا
جو ہزار ہوتے بسمل تو ہزار ہوتے بیجان — ترے خنجرِ نظر کا اگر ایک وار ہوتا
ترے خوف نے سنایا کہ مین نالہ بلب لایا — نہین وہ ہے میرا نالہ کہ فلک کے پار ہوتا

کبھی ہنستین نہ کرتا کسی بے وفا حسین کی
ترے دل پہ مجکو مضطر اگر اختیار ہوتا

حور وش کوئی مہمان کیا تھا — رشکِ فردوس تھا مکان کیا تھا
میرے دلمین جو تھا نہان کیا تھا — تیرا ارمان تھا اور میان کیا تھا
ہائے برعکس اوس کے وہ نکلا — میرا اوسکی طرف گمان کیا تھا
اک بہانہ تھا آزمایش کا — جان لینی تھی امتحان کیا تھا
بہٹر سی بہیڑ تھی خدا کی پناہ — کل ترے گھر مین میر بجان کیا تھا
کون کرتا تھا دل لگی تم سے — کس پہ بگڑے تھے مہربان کیا تھا
دوست ساری خدائی میری تھی — ایک وہ مجھ پہ مہربان کیا تھا
بات کہنی تھی کان مین کہدی — تیرا او بدگمان۔ گمان کیا تھا

میرے پہلو سے تم جو اُٹھ بیٹھے
کچھ تو انصاف کیجئے دل مین۔

کیا یہ سُوجھی یہہ میرے جان کیا تہا
آپ کا عہد مہربان کیا تہا

پُشتے کشتون کے تہے وہان مضطر
حشر تہا قتلِ عاشقان کیا تہا

ردیف بائے موحدہ

اب وہ کیون آئین اونکو کیا مطلب
لے چکے دل نکل گیا مطلب

تُندخوئی سے اونکی آج بہی حیف
کہتے کہتے مین رہگیا مطلب

صاف اوس نے اوڑا دیا ہنسکر
جب کبہی اوس سے کچھ کہا مطلب

لکہا اوس شوخ نے جو خط مین آج
تہا قیامت کا چلبلا مطلب

میرے مرنے کو سُنکے وہ بولا
میری جوتی سے مجہکو کیا مطلب

خط مرا پڑہکے چاک کر ڈالا
دیکہہ پائے نہ دوسرا مطلب

لکہ چکے لکہنے والے اے مضطر
کوئی کیا لکہنے اب نیا مطلب

حالِ دل تمسے کہے کیونکر بیتاب
ہر گہڑی کرتا ہے اوسکو رخِ انور بیتاب

دیکھہ لیتا جو مرے آئینہ رو کی صورت
آن کی آن مین ہو جاتا سکندر بیتاب

آپ وعدہ پہ نہ آئے تو قیامت گذری
عاشقِ زار رہا آپ کا شب بہر بیتاب

ہم ترے ہجر مین تڑپا کرین بیچین رہین
اُلفتِ غیر مین تو ہو بُتِ خود سر بیتاب

چین آجائے اِسے یار اگر آجائے
آج فرقت مین بہت ہے دلِ مضطر بیتاب

بُوسہ اِس رُخ کا تو لے لیتا مگر ڈرتا ہون
کر نہ دے مجھکو کہین زلفِ معنبر بیتاب

یا خدا آہ مین میری وہ اثر پیدا کر
جِس سے خود ہو کے چلا آئے وہ دلبر بیتاب

یاد کر کے وہ وفائین مری اب سُنتا ہون
پہرون رہتے ہین غم ہجر سے اکثر بیتاب

لکھی بیتابیٔ دل خط مین تو دیکھا یہ اثر
گر پڑا راستے مین ہو کے کبوتر بیتاب

وصل مین اور غضب کرتی ہے اونکی یہ بات
کیا اِسی دِن کے لئے آپ تہے مضطر بیتاب

ضعف سے اب یہ حال ہی صاحب
حس و حرکت محال ہے صاحب

دونو عالم سے کہو دیا اِس نے
عشق کیا اک وبال ہے صاحب

جبکا مدت سے مین ہون شیدائی
مہ جبین مہ جمال ہے صاحب

دل کے لینے مین اِن حسینون کو
کِس بلا کا کمال ہے صاحب

بے سبب تم خفا نہین مجھ سے
کچھ نہ کچھ تو ملال ہے صاحب

ہنر و علم بہی حقیقت مین
دولتِ لازوال ہے صاحب

دل تو مضطر نے دے دیا تمکو
اوس سے اب کیا سوال ہے صاحب

ردیف پائے فارسی

صاف کہدیجے کب ملین گے آپ
کیا مین مرجاؤن جب ملین گے آپ

سینہ سینہ سے جب ملاؤ گے
دیکہنا لب بہ لب ملین گے آپ

مجہسے ہو بات چیت گالی سے
غیر سے باادب ملین گے آپ

نزع کے وقت کس لئے آئے
فائدہ کیا جو اب ملین گے آپ

ہین جو ملتا ہون یون نہین ملتے
نہ ملون ہین تو جب ملین گے آپ

لطف کیا آئے گا محبت کا
ہم سے جب پُرغضب ملین گا آپ

غیر کا نامہ بر نہون مضطر
پھر تو وہ بے طلب ملین گے آپ

ردیف تائے فوقانی

بہولی بہولی وہ ہزارون مین ہے پیاری صورت — اپنے ہاتھون سے خدا تو نے سنواری صورت

امتحان ساتہہ ہی لو آج ہمارا اوسکا — غیر مرتا ہے اگر تمپہ ہماری صورت

کیون ہے دعوی تمہین اس شکل پہ یکتائی کا — آئینہ دیکھہ لو اوس مین ہے تمہاری صورت

اس لیئے اونکو ہر اک پیار کیا کرتا ہے — کہ ہوا کرتی ہے محبوب کی پیاری صورت

دوست بہی اب ہمین پہچانتے ہین مشکل سے — ہو گئی عشق مین کچھ ایسی ہماری صورت

رخ نکرتی کبہی یوسف کی طرف بہولے سے — دیکھہ لیتی جو زلیخا یہہ تمہاری صورت

قیس و فرہاد کو دیکھون۔ جو یہ خواہش ہو تو مین — دیکھہ لین آکے۔ مری عشق کی ماری صورت

ایک تو حسن خداداد تہا اللہ اللہ۔ — اوسپہ غازے نے نزی اور نکہاری صورت

کیا صبا تو نے اوڑائی رخ روشن سے نقاب — دیکھنے پائے نہ ہم یار کی ساری صورت

مرحلے عشق کے باقی ہین بہت ای مضطر
تم بنا بیٹھے ہو پہلے ہی سے ہاری صورت

آتا جو مرے پاس وہ دلبر شب فرقت — مین پہیرتا خنجر نہ گلے پر شب فرقت

رہتے ہوئے مدت ہوئی تجہکو مرے گہر مین — اب غیر کی مہمان ہو جا کر شب فرقت

عشاق دعائین تجہے یہ دیتے ہین دلسے — کہاتی پہرے تو ٹہوکرین در در شب فرقت

اللہ دکہائے نہ یہہ دشمن کو بھی ہرگز — عاشق کو تو ہے موت سے بدتر شب فرقت

کیا اور ٹہکانا نہین ملتا کہین تجہکو
وہ صبح کے ہوتے ہی بلا لیتے ہین مجہکو

دنیا مین ہے کیا ایک مرا گہر شبِ فرقت
بن بیٹہ کے پڑہتا ہون جو منتر شبِ فرقت

کیا روزِ قیامت سے بہی بڑہجائیگی کمبخت
جو کاٹے نہین کٹتی ستمگر شبِ فرقت

خالِ رُخِ زیبا کے تصور مین سحر تک
گنتا رہا وحشی ترا اختر شبِ فرقت

رنج و محن و ظلم و ستم ہجر و الم کا
کہلتا ہے مرے سامنے دفتر شبِ فرقت

اوٹہہ جاتے ہین جو روٹہہ کے بہلو وہ ہر بار
ہے وصل کی شب مین بہی برابر شبِ فرقت

وہ آج شبِ وصل مین یون ناز سے بولے
کسطرح کٹی کل تری مضطر شبِ فرقت

ردیف تاے ہندی

غیر کی سنکے خبر بولے بلالو جہٹ پٹ
مجہکو دیکہا تو کہا اِسکو نکالو جہٹ پٹ

یاد ہے اونکا یہہ فرمانا کہ ہم جاتے ہین
ایک بار اور گلے سے تو لگالو جہٹ پٹ

ہمارمون رحم مرے حال پہ لازم ہی تمہین
اوس سے ملنے کی کوئی شکل نکالو جہٹ پٹ

وقتِ رخصت جو کہا اون سے کہ جاتی ہوا گر
قتل کرتے مجہے جاؤ۔ تو کہا لو جہٹ پٹ

سائل بوسہ ہین۔ بوسہ ہو عطا جلدی سے
ہم فقیرون سے مریجان دعا لو جہٹ پٹ

وعدہ کے روز تم آؤ کہ نہ آؤ صاحب
جہوٹی قسمین کوئی دو چار تو کہا لو جہٹ پٹ

گندمی رنگ پہ دشمن کی نہ ہو جائے نظر
دیکہو آتا ہے وہ چہرہ کو چہپا لو جہٹ پٹ

چاہیئے دہیان تمہین محرم و نامحرم کا
بیٹہتے اوٹہتے دوپٹہ تو سنبہالو جہٹ پٹ

اوٹہہ گیا غیر خفا ہوکے اگر پہلو سے
تو بلا کر مجہے پہلو مین بٹہا لو جہٹ پٹ

مشورے روز مرے قتل کے ہونگے کبتک
منتظر ہو نہین کہین مار ہی ڈالو جہٹ پٹ

روٹہکر جاتا ہے وہ شوخ اگر اے مضطر
تم تو روٹہے نہین کچہ۔ اوٹہکے منالو جہٹ پٹ

مین ہون جہوٹا یہ مرے دلبر جہوٹ
ختم دنیا مین ہے تمہین پر جہوٹ

قتل ناحق کیا ہے اوسنے مجہے
ہین جو الزام۔ ہین سراسر جہوٹ

مین نے اغیار کو نکلوایا
باتین اون سے لگا لگا کر جہوٹ

ظلم کر کرکے یان مکر جاؤ
یہ چلے گا نہ روز محشر جہوٹ

ساتہہ کوئی کسی کے مرتا ہے
سب غلط ہے یہ سب ہی مضطر جہوٹ

ردیف ثائے مثلثہ

جان دیتا نہین کوئی بہی کسی کے باعث
جو کیا کرتا ہے وہ اپنی خوشی کے باعث

وعدۂ وصل کسی نے جو کیا ہے مجھسے
تنگ ہے تن پہ قبا میری خوشی کے باعث

ساقیا دے مجھے اک جام مۓ ناب شتاب
ہے زبان خشک مری تشنہ لبی کے باعث

ناصحا ورنہ مجھے خبط تو کچھ ہے ہی نہین
پٹتا روتا ہون مین دلکی لگی کے باعث

ٹہیک گو اپنے گناہونکا نہین ہی مضطر
بخشے جاینگے مگر حبِ علی کے باعث

سچے عاشق کا بہی تو یار نہ ہو کیا باعث
با وفا سے بہی وفادار نہ ہو کیا باعث

دل ودین جس نے تصدق کئے اپنے تجہپر
حال سے اوسکے خبردار نہ ہو کیا باعث

محفلِ عام مین تیری فقط اغیار ہون جمع
یہہ ترا عاشقِ ناچار نہ ہو کیا باعث

ہائے افسوس صد افسوس محبت کا یہ ڈہنگ
دوست کا دوست بہی غمخوار نہ ہو کیا باعث

مۓ کشی چہوڑدین ہم کہنے سے تیرے واعظ
اپنے دل کا کوئی مختار نہ ہو کیا باعث

جبکہ مضطر نے تصور مین تجہے دیکہہ لیا
پھر میسر ترا دیدار نہ ہو کیا باعث

ردیف جیم تازی

کچھ رنگ لائیگی یہہ شبِ انتظار آج
جو شام ہی سے دل ہے مرا بیقرار آج

اچھا نکالا دل سے صبا نے بخار آج
برباد کردیا مرا مشتِ غبار آج

اوس گلبدن کے آنیکی گلشن مین دہوم ہے
کچھ اور ہی فضا پہ ہے رنگِ بہار آج

یارب وہ اپنے وعدہ پہ آئینگے یا نہین
آنکہین دکہا رہی ہے شبِ انتظار آج

مرگِ عدو کا سوگ نہین ہے۔ تو پھر کہو
بیٹھے ہو کیون بنے ہوئے تم سوگوار آج

خنجر بکف ہے قاتلِ خونخوار دیر سے
کس بے خطا پہ دیکھیے ہوتا ہے وار آج

مضطر یہہ کس کی یاد نے بے چین کردیا
جو کروٹین بدلتے ہو تم بار بار آج

رُخ سے برقع ذرا اٹھائے آج
اپنا جلوہ مجھے دکہائے آج

وصل مین منہ کو پھیرنا کیسا
لب سے لب تو ذرا ملائے آج

بزمِ دشمن مین بیٹھکر صاحب
خوب خاکہ مرا اوڑائے آج

وصل کی شب وہ ناز سے بولے
نہ زیادہ گلے لگائے آج

یہ تقاضہ ہے دل کا اے مضطر
کسی صورت سے اونکو لائے آج

ردیف جیم فارسی

بے خطا مجہپر نہ تو شمشیر کہینچ
میری ثابت کرکے کچھ تقصیر کہینچ

روز جاتا ہے وہ بزمِ غیر مین
اسطرف بہی اوسکو اے تقدیر کہینچ

امتحان منظور ہے میرا اگر
کرکے بسم اللہ تو شمشیر کہینچ

جاکے قاصد اوس پری کے سامنے
میرے حالِ زار کی تصویر کہینچ

سرخرو ہونے کو مضطر پیشِ حق
لوحِ دل پر نقشۂ شبیر کہینچ

ردیف حائے حطی

رونے سے ہم کو کام ہے دن رات بیطرح
گہر مین ہمارے رہتی ہے برسات بیطرح

یارب مجہے نجات دے اس مخمصہ سے تو
افکار کا ہجوم ہے دن رات بے طرح

زلفِ سیہ کی عارضِ تابان کی یاد مین
اوقات میری کٹتی ہے ونرات بیطرح

روزِ ازل سے حسرت و حرمان و رنج کی
آئی ہمارے حصہ مین سوغات بے طرح

ناحق کسی کو جو کوئی مضطر ستائیگا
پائے گا روزِ حشر مکافات بیطرح

ردیف خائے معجمہ

لا کہے سے ترے ہونٹ جو ہین ماہ جبین سُرخ
یا قوت بہی اسطرح کا واللہ نہین سُرخ

رکہدون دلِ سوزان کو اگر خاک کے اوپر
ہوجائیگی انگر کی طرح ساری زمین سُرخ

پیمانۂ یا قوت مین پی بادۂ احمر
پہنا ہے لباس آج اگر ماہ جبین سُرخ

کیا چہرۂ زیبا کی ہے تیرے جہلک سے
یا اصل مین چلمن ہے تری پردہ نشین سُرخ

اِسکے لئے موزون ہے دلِ خون شدہ میرا
خاتم مین لگانا ہے اگر تجہکو نگین سُرخ

کیا قتل کیا مضطرِ بیچارہ کو تونے
افشان ترے دامن پہ ہی غارتِ گردین سُرخ

مجہ سے بولا وہ ماہ رو گستاخ
سچ بتا کیا ہے جستجو گستاخ

صحبتِ بد کی باعث اے پیارے
مجہ سے بہی ہوگیا ہے تو گستاخ

مانگا بوسہ تو بولے جہنجلا کر
ہم سے اور ایسی گفتگو گستاخ

غیر کی طرح اے دلِ نادان
اونکی خدمت مین ہو نہ تو گستاخ

جو کہ پہلے مرے سلامی تہے
اب وہ ہوتے ہین روبرو گستاخ

سب شرارت اونہین کی ہے مضطر
ورنہ ہوجائے یون عدو گستاخ

ردیف دال مہملہ

کس پہ تو ہوگا مری جان خفا میرے بعد
کون اوٹھائے گا ترے جور و جفا میرے بعد

میرے دہوکے مین نکالا گیا محفل سے رقیب
پڑ گئی غیر کے سر میری بلا میرے بعد

مجہہ گرفتار نے دی جان تو آیا اونہین رحم
کر دئے سارے گنہگار رہا میرے بعد

یاد کر کے مجہے رویا کئے وہ برسون تک
میرے مرنیکا یہہ غم اونکو رہا میرے بعد

عشق مین دونون جہانکا نہین رہتا ہی بشر
روگ دنیا مین نہ دینا یہ خدا میرے بعد

ساتہہ اغیار کے وہ پہول چڑہانے آئے
روح پر میری ستم اوس نے کیا میرے بعد

ظلم پر ظلم ہے منہ سے کبہی آہ نہ کی
سچ کہو کون کرے گا یہ وفا میرے بعد

دوستی کا یہ زمانہ ہے کہین اے مضطر
غیر سے کرتے ہین وہ میرا گلا میرے بعد

نعت سرور کائنات

ہین فخر آدم خدا کے پیارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ
شفیع محشر ہین وہ ہمارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

بلا کے عرش علا پہ تم کو نباہ کے حسن طلب کا مطلب
کئے خدا نے بہی خود نظارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

جب آئین محشر مین حق کے پیارے تمام خلقت ہوا گی پیچھے
مین ہو کے خوش خوش کرون اشارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

کہ شفاعت کی آج باندہو خدا کہے گا بروز محشر
ہین منتظر سب ہی تمہارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

کچھ ایک مین ہی نہین ہون شیدا تمہاری خواہان ہے خلق ساری
دکھا دو چہرہ مجھے پیارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

تمہارا مفتون ہوا اس غضب مین نہ پہونچے یثرب دیکھے روضہ
یہ عمر رو رو کے یون گزارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

نہین ہین گردش مین بلکہ تمپر نثار کرتے ہین جان ودل کو
فلک پہ شمس وقمر ستارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

عبث ہے دنیا مین فکر عقبیٰ عبث ہے روز جزا کا کھٹکا
کہ دونون عالم کے ہین سہارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

اندھیرے گھر مین جو جائے مضطر اوسے دکھانا رخ منور
تڑپ کے مرقد مین جب پکارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

درشان محبوب العاشقین مدظلہ

اے نوری میان کے نورِ نظر یا سید نا مشتاق احمد

قربان ہین تم پر شمس و قمر یا سید نا مشتاق احمد

مشکل مین اسے جو کہتا ہے وہ امن مین غم سے رہتا ہے

یہ نام مین دیکھا تمہارا اثر یا سید نا مشتاق احمد

سب اپنے پرایون نے چھوڑ دیا اور رشتۂ الفت توڑ دیا

اِسوقت کرم کی ہو مجھپہ نظر یا سید نا مشتاق احمد

اے موہنی صورت والے پیا کرتے ہین تجھی پر جان فدا

سب حور و ملایک جن و بشر یا سید نا مشتاق احمد

یہ گیسوے شبگون کی ہی جھلک وہ چہرۂ روشن کی ہی چمک

دیتے ہین پتہ مجھے شام و سحر یا سند نا مشتاق احمد

دوری سے آیا ہے ناک مین دم مین کہا لونگا زہر خدا کی قسم

تمہین لینی ہے لیلو جلد خبر یا سند نا مشتاق احمد

مانع ہے شریعت پیر مِرا کہدیتا نہین مین کیا سے کیا

دیکھا نہ سنا کہین تمسا بشر یا سند نا مشتاق احمد

دیتا ہے صدا ہر تارِ نفس اللہ ہے بس باقی ہے ہوس

مرے دل میں ہوا ہے تمہارا جو گھر یا سید ناشتاق احمد

جس سے ہو تمہارا وصف بیان ہو جس سے تمہاری شان عیاں
وہ لائے کہاں سے زبان مضطر یا سید ناشتاق احمد

ردیف دال ہندی

اللہ اللہ تو جوانی پر گھمنڈ
تمکو ہے گر خنجر ابرو پہ ناز
بات بھی کرتے نہیں سیدھی طرح
ناز ہے اپنی نزاکت پر تمہیں

اوس پہ طرّہ بد زبانی پر گھمنڈ
مجھکو ہے اس سخت جانی پر گھمنڈ
مہربان اتنا جوانی پہ گھمنڈ
اور مجھکو ناتوانی پہ گھمنڈ

دیکھہ پچتائے گا تو مضطر نکر
چار دن کی زندگانی پر گھمنڈ

ردیف ذال معجمہ

غیر کو لکھا تھا جو تونے ستمگر کاغذ
بعد مدت کے ترا آج نصیبہ جاگا

دیکھہ وہ پیش کروں گا سر محشر کاغذ
آگیا ماہ جبین کا دل مضطر کاغذ

اوس نے ملنے کے عوض قطع تعلق لکہا — نبگیا میرے لئے صورتِ خنجر کاغذ
لکہنے بیٹہا تہا شبِ ہجر کا قصہ جسپر — آنسون ہی سے مرے ہوگیا وہ تر کاغذ

بگڑی بن جائے اگر یہ وزِ جزا مضطر
پہلے دیکہین مرے عصیانکا پیمبر کاغذ

ردیف رائے مہملہ

وہ زلف کہولے آئے جو مشتِ غبار پر — اندہیر چہا گیا مری شمعِ مزار پر
چمکائے نہ برقِ نگہہ غیر کی طرف — بجلی گرائے نہ دلِ بیقرار پر
یاد اون کی بہولتی ہی نہین سوتے جاگتے — جادو سا کر گئے ہین دلِ بیقرار پر
اپنا شہیدِ ناز سمجہکر وہ نازنین — آیا ہے آج پہول چڑہانے مزار پر
ہنس ہنس کے میرے سامنے محفل مین غیر سے — چہڑکو نمک نہ زخمِ دلِ بیقرار پر
دامن جہٹک کے چلدیے رد کا جواب کو — آیا نہ اونکو رحم مرے حالِ زار پر
لوٹیگا ایک دم زرِ گل - موسمِ خزان — ڈاکا پڑے گا دولتِ فصلِ بہار پر
سولی چڑہینگے قامتِ بالا کے شیفتہ — کوڑے پڑین گے عاشقِ گیسوئے یار پر
غنچے چٹک چٹک کے تمہارے فراق مین — گونسے مارتے ہین دلِ بیقرار پر

بوسہ لبون کا مانگ کے کہوئی ہے آبرو
بوچھار گالیون کی ہے مجھ خاکسار پر

لعنت تمہاری کھینچ کے لائی ہے میری جان
چھٹا دہرین نہ آپ دلِ بیقرار پر

اوٹھا اودہر جو ہاتھ ادہر تن سے سر گرا
دل لوٹ پوٹ کیون نہ ہو قاتل کے وار پر

اللہ رے نارسائی خونِ شہید ناز
دہبہ لگا نہ دامنِ شمشیرِ یار پر

مضطر شہیدِ چشم ہے اک مستِ ناز کا
نرگس کے پہول لوگ چڑہائین مزار پر

روکتے ہین او نہین اغیار وہ آئین کیونکر
ہم اگر حال سنائین تو سنائین کیونکر

صدمۂ ہجر سے جو حال ہوا ہے دل کا
جانِ من چیر کے پہلو وہ دکہائین کیونکر

آپ آتا ہے نہ وہ ہمکو بلاتا ہے کبہی
حالِ دل پھر بتِ کافر کو سنائین کیونکر

اے فلک تو ہی بتا دے کوئی تدبیر ہمین
وہ تو منتے نہین ہم اونکو منائین کیونکر

جوکہ آغوشِ تصور سے ہی گہبراتا ہو
ایسے نازک سے شبِ وصل منائین کیونکر

ہم تو بیزار ہین جینے سے مگر اے مضطر
موت آتی نہین پہر جان سے جائین کیونکر

جائین کیون خوش عدو سے کوئے جاناں چہوڑ کر
بہاگتے ہرگز نہین ہین مرد میدان چہوڑ کر

دیکہتے ہی اوس بتِ کمسن کو کافر ہو گئے
مذہب اپنا دین اپنا سب مسلمان چہوڑ کر

چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے کوئی
دیکھ تو پچھتائیگا مجھ سے کو مری جان چھوڑ کر

کیون نہ ہون سو جان سے قربان اپنی تیر انداز کے
سیکڑون زخمی کیے اک تیر مژگان چھوڑ کر

منتین لاکھون ہی کین لیکن نہ رحم آیا اوسے
چلدیا وہ مجھکو ظالم زار و نالان چھوڑ کر

جنت الفردوس مین بھی ہم نہ چھوڑینگے کبھی
تجکو مانگین گے خدا سے حور غلمان چھوڑ کر

یاد رکھ مضطر کہ اک دن اور لوگونکی طرح
جائے گا تو بھی یہ دنیا کا گلستان چھوڑ کر

دل چھین لیا آپنے چتون کو دکھا کر
جاتے ہو کہان آگ کلیجہ مین لگا کر

تھا نرگسی آنکھون کا شہید اسلیے آکر
دو پھول مری قبر پہ جاتے ہین چڑھا کر

میرا یہی ارمان ہے میری یہی حسرت
تو ہاتھ سے اپنے مرا سر تن سے جدا کر

پہچان لیا آپکو انداز سے ہم نے
جاتے ہو کہان اب رخِ زیبا کو چھپا کر

گذرے ہین بہت جانِ جہان وعدونپہ وعدے
سچا ہی کبھی بن۔ کوئی وعدہ تو وفا کر

یہ میرے جلانے کا نیا ڈھنگ نکالا کو
کچھ کان ہین دشمن کے کہا چپکے سے جا کر

مضطر کوئی آتا ہے سرک جاؤ پرے تم
آہستہ سے بولے وہ مرا ہاتھ دبا کر۔

ستم کی رکھتے تہمت اوس حسین پر
ہنسین گے لوگ اے مضطر ہمین پر

وہ خاطر مین نہین لاتا کسیکو | داغ اوس بت کا ہے عرش برین پر
نہین مٹتا مٹائے سے کسی کے | جو کندا ہوچکا لوحِ جبین پر
کبھی اچھا نہ ہو بیمارِ الفت | مسیحا گر اوتر آئین زمین پر
بنائین صورتین کیا پیاری پیاری | فدا ہو جاوٴن صورت آفرین پر
تمنائین ہماری عمر بھر کی | تصدق ہوگئین اون کی نہین پر
بھلا کیونکر نہ اونکو چاہتے ہم | جواب اوسکا نہین روئے زمین پر
ہزارون آفتون نے وار پروار | کئے ہین ایک اِس جانِ حزین پر
گواہی دے رہا ہے میرے خونکی | یہ دھبّہ ہے جو تیری آستین پر
لیا سوتے مین بوسہ اونکا مینے | لگا الزام اون کے ہمنشین پر
ہماری کیا حقیقت ہے یہ دنیا | لگادے پل مین تہمت اہلِ دین پر
جہان کرتے تھے دورہ قیس و فرہاد | رہا ہین مدتون اوس سرزمین پر
یہہ کہہ کر کہ قاتل آرہا ہے | جب اوٹھین اونگلیان سبکی ہمین پر
اوسے مین جان و دل دیکر خریدون | ہو اونکا نام کندہ جس نگین پر
نگاہِ رشک پڑتی ہے ہر اک کی | کبھی مجھ پر کبھی اوس ماہ جبین پر
جھلک تیری نہ پاتا اوسمین مجنون | نہ مرتا لیلیٰ محمل نشین پر

مری جان دیکھنا کیا دل ہے میرا
بڑھاپے میں بھی باز آئے نہ حضرت

ابھی پٹ سے گرا ہے کوچۂ میں
فدا ہیں شیخ جی اک نازنین پر

اوسی نے چھیڑ کر خوشامد کی کھائی
ہنسی آتی ہے مضطر نکتہ چین پر

رحم تو آتا نہیں تجھکو ستمگر دیکھ کر
اور محشر میں نیا محشر نہ برپا ہو کہیں
گاہے ماہے بھی اگر جاتا ہو نہیں اوسکی طرف
پیشِ داور کر دیا ہیں نے اونہیں نادم اگر
ہو گئے جامہ سے باہر اسقدر کیوں آپ تشریف
کوئی اوس جلسیا نکل آئے یہ ممکن ہی نہیں

ہنس رہا ہے تو ہمارا حال ابتر دیکھکر
چھپ گئے مجھکو اگر وہ روزِ محشر دیکھکر
تیوری پر ڈالتا ہے بل وہ دلبر دیکھکر
ہائے مجھکو کیا کہیں گے اہلِ محشر دیکھکر
شیخ صاحب پاؤں پھیلاتے ہیں چادر دیکھکر
ہم نے چھانٹا ہے ہزاروں میں وہ دلبر دیکھکر

وہ تسلی اور تشفی کسطرح دیتے اوسے
آپ مضطر ہو گئے مضطر کو مضطر دیکھکر

سرِ بزم دیکھا جو مجھکو تو جل کر
تری روز کی کل نے بے کل بنایا
محبت کا دعوی جو کرتے تھے مجھسے

عدو کی طرف بیٹھے وہ رُخ بدل کر
خدا کے لئے اب تو مجھسے نہ کل کر
ہوئے اک طرف وقت بد میں وہ ٹلکر

ہمین یاد سو سو ہین ملنے کی گھاتین
کہان جائینگے پھر وہ ہم سے نکلکر

نہ جانے دیا واپس الفت نے میری
وہ رُک رُک گئے گام دو گام چل کر

وہ پیتے ہی اک جام کے ہو گئے چت
بہت آئے تھے شیخ صاحب اُچھل کر

نہ کی قدر جیتے جی مضطر کی ہم نے
وہ کہتے ہین اب دستِ افسوس مل کر

انتظارِ یار مین ایسا تھا کل شب بیقرار
دیکھتا اوٹھ اوٹھ کے تھا مین در کیجانب بار بار

بعدِ مردن بھی ہے باقی حسرتِ دیدارِ یار
آفرین صد آفرین ہے تجھکو چشم انتظار

عاشقی کا جسکو دعوی ہو وہ کل مقتل مین آئے
آج اِس مضمون کا دیکھا ہے چسپان اشتہار

زلفِ شب گونکے ڈسیکا دلمین ہے اتبک اثر
اے مسیحا آج کرنے جاؤ کچھ اِس کا اوتار

ناز و انداز و ادا پر تیرے اے جانِ جہان
جان قربان دل تصدق مین نثار

بعدِ مردن تو ہی کر اتنا کرم بادِ صبا
اوسکے کوچہ مین اوڑا لیجا مرا مشتِ غبار

کالی کالی اب گھٹا چھائی ہے پلوادے شراب
ساقیا دینگے دعائین تجھکو ہم سب بادہ خوار

اوس نے بیشک کوئی جادو کر دیا جاوبن بغیر
چین میرے دلکو دنکو ہے نہ شبکو ہے قرار

قسمائی رزقکم آیا ہے جب قرآن مین
کیون ہو پھر فکرِ معیشت ہمکو اے پروردگار

گلشنِ ہستی مین مضطر بات وہ پیدا تو کر

دوست کیا دشمن کے دلمین جس سے ہو تیرا دغا

میلو نہین نغمو نپہ مینجانون پہ دلدارون پر
رال ٹپکی ہے ہمیشہ مری ان چارون پر

خالپر ابرو پہ مژگان پہ رخسارون پر
جان گر دیتے ہین عاشق تو نہین چارونپر

دام کاکل مین سدا پہانس کے تونے صیاد
نت نئے ظلم کئے ہم سے گرفتارون پر

وہ بہی پہلو مین ہے گلزار بہی ہے ابرو بہی ہے
رحمت حق نے ترشح بہی ہے میخوارون پر

عالم خواب مین بہی بوسہ کا ڈر ہے اونکو
ہاتھ رکہے ہوئے سوتے ہین جو رخسارونپر

جان بلب ہی رہے وہ درد سے لیکن تجہکو
رحم آیا نہ کبہی عشق کے بیمارون پر

وہ جو مہمان ہوئے میرے بڑی سیر ہوئی
مدعی رشک سے لوٹا کئے انگارونپر

دولت حسن کے دو سانپ موکّل ہین یہہ
دونون جانب ترے گیسو ہین جو رخسارونپر

باز آتے نہین اغیار بدی سے یارب
آفت آتی نہین کیون ایسے ستمگارون پر

زر تو کیا چیز ہے جان دیکے خریدا تجہکو
بازی ہم لے گئے یوسف کے خریدارونپر

کل جو کیا خواب مین دو بوسے لئے تہے مینے
اوس سے یہ نیل پڑے ہین ترے رخسارونپر

زاہدا خوب سی پی ضد پہ تری آج شراب
کچہ اثر تیری نصیحت کا نہین یارون پر

خوف ہم دونو جہان کا نہین رکہتے مضطر
فضل جب اوسکا ہے ہم جیسے گنہگارونپر

ردیف رائے ہندی

کیون نہ ہو جائے گی حیات پہاڑ — ہجر دلدار کی ہے رات پہاڑ
غیر بیچارہ تاب کیا لائے — میرے آگے ہے بے ثبات پہاڑ
کیون نہ گھبراؤن مہروش ہر دم — تیرے خیمے کی ہے قنات پہاڑ
کیا مصیبت کی سختیان ہون بیان — دن قیامت ہے اور رات پہاڑ
نرم ہوتا نہین کسی عنوان — کر دیا تیرے دل نے مات پہاڑ
غم۔ الم۔ درد۔ سوز۔ فکر۔ قلق — سر پہ ٹوٹے ہین ایک سات پہاڑ
دل شکن کیون نہ ہو کلام تیرا — لفظ پتھر ہے اور بات پہاڑ
کیا حرارت ہے عشق کی دل مین — راکھ ہوتے ہین دم کے سات پہاڑ

مضطرب کیون نہ ہو دلِ مضطر
بن گئین اوس کو مشکلات پہاڑ

ردیف رائے منقوطہ

در شان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مقبولِ خدا اولادِ علی سلطان الہند غریب نواز
مخدومِ جہان منظورِ نبی سلطان الہند غریب نواز

سب شاہ وگدا اجمیر مین آلاتے ہین زبان پر صلِّ علیٰ
وہ در ہے تمہارا آلِ نبی سلطان الہند غریب نواز

وہ در ہے تمہارا شاہِ زمان پاتا ہے جہان سے فیض جہان
دو مجھکو بہی کچھ اولادِ علی سلطان الہند غریب نواز

عثمان ولی کے اے پیارے ہم پہرتے ہین یون در در مارے
کیون آپ خبر نہین لیتے کبہی سلطان الہند غریب نواز

جس روز سے مین حاضر ہون یہان یہ مصرع ہی میرے وردِ زبان
ہو ابن علی ولیون کے ولی سلطان الہند غریب نواز

اک جام عطا ہو اب وہ مجھے جو عشقِ خدا سے مست کرے
ہو عمر تمام اوسی مین مری سلطان الہند غریب نواز

اب آپ کرین فریادرسی بلوالین اسے یثرب مین بنی
مضطر کی ہے یہ امیدِ دلی سلطان الہند غریب نواز

حسن کی رہتی ہے دولت چند روز
گر ہو تم برپا قیامت چند روز

اس جہان مین تیرے باعث جو روش — ملگئی ہے ہمکو جنّت چند روز
چلتی پہرتی چہاؤن ہے نازان نہو — منعمو رہتی ہے دولت چند روز
ہونگے وہ کچھ اور آئے تو شباب — بہولی بہولی ہے یہ صورت چند روز
ایک جان ودو جسم کہلاتے تہے ہم — اپنی اونکی تہی یہ الفت چند روز
شہرِ خاموشان مین جا سویا مریض — کی مسیحا نے جو غفلت چند روز
خاک مین پہر ملنے والا ہے یہ حُسن — اسپہ کر لین آپ نخوت چند روز
کیون ہے اسپر اہلِ دنیا کو غرور — ہے یہ اونکی زیب و زینت چند روز
محفلِ رندان ہی مین آتا رہا — شیخ کی آئی جو شامت چند روز

سیکھ لے جلدی سے مضطر کوئی فن
ہے تجھے دنیا مین فرصت چند روز

ردیف سین مہملہ

کبہی تنہا نہ وہ ملا افسوس — اوس سے مین کچھ نہ کہہ سکا افسوس
ایک دن بہی نہ کی وفا افسوس — عمر بہر اوس نے کی جفا افسوس
جو مقدر مین تہا وہ پیش آیا — کیون تو کرتا ہے اب ولا افسوس

عشق مین کیا گلہ ہو غیرون کا
پہر گئے یار و آشنا افسوس

خون ناحق پہ ہین وہ آمادہ
میری کچہ بہی نہین خطا افسوس

کیا ملے گا کسی سے نواے دل
نہ رہا کوئی باوفا افسوس

غیر کی پٹیان پڑہانے سے
مجہ سے وہ ہوگئے خفا افسوس

چاہے جبتک جیے کوئی انسان
آخر کار ہے فنا افسوس

آئے ہمراہ غیر کو لے کر
کی شب وصل بہی جفا افسوس

رکہکے مرقد مین چلدئے احباب
مین اکیلا ہی رہ گیا افسوس

وہ شب وصل بہی خفا ہوکر
میرے پہلو سے اوٹھ گیا افسوس

ہم نہ تہے اوس زمانے مین مضطر
جبکہ تہے فخر انبیا افسوس

اونہین نہین ہے کسی یار و آشنا کا پاس
پھر اون سے رکہین۔ تو کیا رکہین ہم وفا کی آس

کسی کی زلف تو بکہری ہوئی نہین دیکہی
کہو تو حضرت دل کیون تم اسقدر ہو اداس

خبر تو ہمدمو کردو یہہ اوس مسیحا کو
ترے مریض کے جینے کی اب نہین ہے آس

نہین ہے ظلم و ستم مین جواب اوسکا کہین
کہ چرخ پیر نے حاصل کیا ہی اوس سے پاس

وہ پوچہتے ہین یہ انجان بنکے عاشق سے
یہ چہرہ آپکا رہتا ہے کیون اوداس اوداس

ہر ایک کہتا ہے مجھکو یہ وہ ہے سودائی
رہا نہ عزت و حرمت کا اپنی جسکو پاس

ہمارا واسطہ جس گلبدن سے آکے پڑا
نہ دیکھی نام کو الفت کی اوسمین کچھ بو باس

وہ ڈر کے بجلی سے بولے کہ رؤ تم ہمکو
جو وان سے اوٹھکے نہ آجاؤ جلد میرے پاس

فراق و وصل پہ موقوف کیا ہی اے مضطر
ہزار قسم کے رہتے ہین عشق بین وسواس

ردیف شین معجمہ

نہ ہمکو مونس و ہمدم نہ آشنا کی تلاش
کہ عاشقان خدا کو ہے بس خدا کی تلاش

ترے حبیب کا پیغام لینے جاتی ہون
یہ کہہ رہی ہے مرے دلسے کچھ صبا کی تلاش

خدا کے فضل سے ہمکو نہین ہے زر کی ہوس
ہو سونکو مبارک ہو کیمیا کی تلاش

مرید عشق ہین سب کر چکے ہین طے راہین
نہ ہمکو پیر کی حاجت نہ رہنما کی تلاش

مثال چرخ ہین گردش مین ہر گھڑی مضطر
ہمارے دلکو جو ہے ایک مہ لقا کی تلاش

ردیف صاد مہملہ

ہم سے کب دوستی کہان اِخلاص
دشمنون سے ہے مہربجان اِخلاص

جان کے اپنی ہو گئے دشمن
دلبرون سے کیا جہان اِخلاص

عمر بہر دشمنون کے دوست رہے
رکہیئے اب ہم سے مہربان اِخلاص

ایک بوسہ پر اِسقدر بگڑے
ہوگیا آپ کا عیان اِخلاص

مثل میرے عدو بہی ہونگے ذلیل
نہین رہنا ہے جاودان اِخلاص

جان قربان گر کرون تم پر
تو بھی میرا نہ ہو عیان اِخلاص

نارِ دوزخ سے کیون ڈرے مضطر
اوسکو احمد سے ہے بجان اِخلاص

ردیف ضاد معجمہ

صیاد سے غرض ہے نہ کچھ دام سے غرض
ہے مجھکو اوسکی زلفِ سیہ فام سے غرض

شیشے سے کچھ غرض نہ ہین جام سے غرض
ہے میکدہ مین اوس بُتِ گلفام سے غرض

مطلب جواب سے نہ مرے کام سے غرض
ہے نامہ بر تجھے فقط انعام سے غرض

ہر وقت محو ہون کسی مہ رو کی یاد مین
مطلب نہ صبح سے ہے نہ کچھ شام سے غرض

اونکی بلا سے کوئی مرے یا کوئی جئے
اونکو تو اپنے راحت و آرام سے غرض

جو اُنکا دین ہے وہی میرا طریق ہے | کچھ کفر سے غرض ہے نہ اسلام سے غرض

مضطر کو شوق شعر کے کہنے کا ہے فقط
شہرت سے مدعا ہے نہ کچھ نام سے غرض

ردیف طائے مہملہ

منظور ہی نہین ہے اوسے جانکی احتیاط | بیمار تیرا کرتا ہے درمان کی احتیاط
کرلین سپر سے خنجر و پیکان کی احتیاط | کس چیز سے ہو ناوکِ مژگان کی احتیاط
کھایا جو دل پہ پھر نہ نکالا اوسے کبھی | منظور تھی جو یار کے پیکان کی احتیاط
دیوار کود جائینگے جوشِ جنون مین ہم | بیکار محض ہے درِ زندان کی احتیاط
ملکِ عدم کو جب سے روانہ ہوا ہے قیس | سر میرے پڑگئی ہے بیابان کی احتیاط
افسوس ہے حریف چلے جائین بےدھڑک | ہے صرف میرے واسطے دربانکی احتیاط

مضطر کی طرح بیچ مین گیسو کے آگیا
اب وہ کہان ہے ناصحِ نادان کی احتیاط

ردیف ظائے معجمہ

کچھ آگیا ہے پچھلی ملاقات کا لحاظ
پھر ہو چلا ہے اونکو مری بات کا لحاظ

کچھ پاس وضع ہے نہ ملاقات کا لحاظ
رکھتے نہین ہو تم تو کسی بات کا لحاظ

کمبخت عشق نے مجھے دیوانہ کر دیا
مجھکو نہ شرم ہے نہ کسی بات کا لحاظ

ہستی کو اپنی بھولے نہ انسان عروج مین
ہے خاک۔ چاہیے کچھ اس اوقات کا لحاظ

بے سوچے سمجھے کچھ نہ نکالے زبان سے
لازم ہے آدمی کو ہر اک بات کا لحاظ

واعظ اسی مین خیر ہے گھر کو سدھارئے
بس کر چکا مین قبلۂ حاجات کا لحاظ

ہمکو نہ بھول جانا کہین گھر پہنچکے تم
جاتے تو ہو مگر رہے اس بات کا لحاظ

بوسہ مجھے عطا ہو تو دشنام غیر کو
ہر سخی کے ساتھ ہو خیرات کا لحاظ

اوٹھا ہے ابر و سے ہمین کچھ تو زیادہ آج
ساقی ضرور چاہیے برسات کا لحاظ

بولے وہ سو سناونگا مضطر مین آپکو
مجھ سے کبھی نہ ہوگا کسی بات کا لحاظ

ردیف عین مہملہ

کرتے ہین آپ یہہ جو سامان جمع
کیا ضیافت ہے ہونگی مہمان جمع

اوسکے رخسار پر ضیا دیکھو
ایک جا دو ہین ماہ تابان جمع

آدمی آکے کیا کرے کوئی	ہون جو محفل مین تیری حیوان جمع
اِس نے قارون کو ذلیل کیا	مالِ دنیا نہ کر تو نادان جمع
دلمین آتی ہے ہم بھی جائین ضرور	اونکے گہر ہونگے آج مہمان جمع
وہ ہے فریاد دردناک مری	ہوئے سب وحشیِ بیابان جمع
کچھ نہ اچھا ہوا مریضِ فراق	کیسے کیسے تھے رشکِ لقمان جمع

قتلِ شبیر کے لئے مضطر
ہوئے افسوس کیون مسلمان جمع

ردیف عین معجمہ

روزِ شمار تک بھی نہ گنتی مین آئے داغ	ہم نے کسی کے عشق مین اتنے اوٹھائے داغ
اِس عمر مین ہزار دن ہی لاکھون ہی کہائے داغ	باقی ہے میرے دلکو مگر اشتہائے داغ
تارے دکھائی دیگئے آنکھونکے سامنے	سینہ جو مین نے کھولکے اونکو دکھائے داغ
ہر پنکھڑی سے خون ٹپکتا ہے راتدن	لالہ کو لگ گئی ہے جو میری ہوائے داغ
آنکھین سفید ہوکے کمر ٹوٹ جاتی ہے	دشمن کو بھی نہ دوست کا خالق دکھائے داغ
سینہ کو میرے دیکھ کے حیران ہوگیا	طاؤس نے اگرچہ بہت سے ہی پائے داغ

پہنا ہا بنا کے رکہہ مرے سینہ پہ چارہ گر
ہو یاد اگر دوا کو کوئی سوزش فزاے داغ

جل جل مریگا چرخ چہارم پہ آفتاب
مین نے اگر دکھائی کبھی دن ضیاے داغ

برسون سے جان منزل رنج و الم بنی
دل مدتون سے بنگیا خلوت سراے داغ

معلوم ہو کہ ہجر مین دل کا یہ حال ہے
خط مین بجاے حرفون کے ہمتے بنائے داغ

عاشق کے داغ سینہ کی یکسان نمود ہے
دو ہفتہ تک ہے چاند کی نشو نماے داغ

مضطر کو تم ستا کے ستاے نہ جاؤ گے
کیا ہے سواے داغ مرے پاس جزاے داغ

ردیف ف

دست وحشت پہر بڑہا میرا گریبان کیطرف
پھر تقاضا ہے جنون کا چل بیابان کیطرف

اوس سراپا حسن کا آتا ہے نقشہ پیش چشم
جب کبھی مین جا نکلتا ہون گلستان کیطرف

زندگی سے کر دیا مایوس مجھکو درد نے
کی توجہ آپنے لیکن نہ ارمان کیطرف

گر عیادت کو نہ آئے نعش پر میری نہ آئے
فاتحہ کو آئین وہ گور غریبان کیطرف

تیرے لعل شکرین سے جو کہ بہرہ یاب ہین
میل کب اونکو ہوا لعل بدخشانکی طرف

اوسکو ساونکی جھڑی کا لطف آجاے یہان
دیکھہ لے گر آکے میری چشم گریان کیطرف

قتل ہوکر بھی رہا میلانِ خاطر بر قرار
خون مضطر کا اوڑا قاتل کے دامان کی طرف

مدت کے بعد بھی جو گیا یار کی طرف
دیکھا نہ آنکھ اوٹھا کے بھی مجھ زار کیطرف

دل چاک چاک ہوگیا اپنا اک آن مین
دیکھا جو اونکے ابروئے خمدار کیطرف

مین سب کو چھوڑ چھاڑ کے اونکا جو ہوگیا
وہ مجھکو چھوڑ کر ہوئے اغیار کیطرف

سب اوسکی شکل دیکھتے ہی اوسکے ہوگئے
سارا زمانہ ہوگیا اوس یار کی طرف

مضمون کچھ نیا ہے نہ مضطر زبان ہے
پھر دیکھے کیا کوئی ترے اشعار کیطرف

ردیف قاف

کس سے کہے فسانۂ غم مبتلائے عشق
یہ تاب کس مین ہے جو سُنے ماجرائے عشق

بیٹھے بٹھائے دلکو ہمارے جلائے عشق
کس کام کا یہ عشق ہے چولہے مین جائے عشق

اب قدر دعافیت اونہین کھلجائیگی ضرور
سُنتا ہون وہ بھی ہوگئے ہین مبتلائے عشق

اونکو زیادہ پہلے سے اغماض ہوگیا
سُن سُن کے میرے منہ سے مرا ماجرائے عشق

آخر وہ بزمِ ناز سے شرما کے اوٹھ گئے
عُشاق جبکہ کہنے لگے مدعائے عشق

یون ہی بنا رہا ہے یہ باتین تو واعظا — تجھکو ابھی لگی ہی نہین ہے ہوائے عشق

دیر و حرم کے جھگڑون سے اوسکو نہین غرض — مضطر تو ہو چکا ہے سراپا فنائے عشق

چکھا رہا ہے مزے ہمکو واہ کیا کیا عشق — ہوا ہے دشمن جان ایک دلربا کا عشق

مزا تو جب ہے کہ دونو طرف سے چاہت ہو — تمہین ہمارا ہو اور ہمکو ہو تمہارا عشق

ہزار پردون سے ظاہر یہ ہو کے رہتا ہی — کبھی چھپائے سے چھپتا نہ ہمنے دیکھا عشق

اگرچہ آئے طبیعت تو ایک پر آئے — نہین پسند ہے ہمکو یہ پنج شاخا عشق

نہ پہنس بتون کی محبت مین مضطر نادان — جو عشق ہے تجھے مرغوب کر خدا کا عشق

در شان حضرت فراق مدظلہ

ہوا ہون جب سے مین اے ہمدمون فدائے فراق — فراق میرے لئے اور مین برائے فراق

کہان سے لاؤن مین خامہ مین اپنے وہ قوت — کہ جس سے لکھون مین دل کھولکر ثنائے فراق

کسی مشاعرہ مین جب کبھی قدم رکھا — یہ دہوم مچگئی تشریف آج لائے فراق

نگاہ خلق مین وقعت جو میرے شعر کی ہے — یہ ہے فراق کا فیضان ہی عطائے فراق

نہ اوسکے سامنے محفل مین دون کی لینا
یہ خوب جان لو مضطر ہے خاکپائے فراق

ردیف کاف تازی

وہ نہین آتے گر مرے گھر تک
مجھکو بلوالین اپنے ہی در تک

چلتے چلتے رُکا گلے پہ مرے
پھر گیا مجھ سے اونکا خنجر تک

پَر جہان جلتے ہین فرشتون کے
کسطرح ہو رسائی اوس در تک

نزع مین تشنہ کامِ الفت کو
نہ دیا اوس نے آبِ خنجر تک

جاتے ہین آپ اگر تو بسم اللہ
چلئے پہنچا کے آؤن مین گھر تک

ضعف سے جو نہ لے سکے کروٹ
آئے کسطرح آپ کے در تک

اونکا شرما کے منہ چھپا لینا
یاد ہمکو رہے گا محشر تک

راہِ الفت مین گر قدم رکھین
ہو وین خود راہ خضرِ رہبر تک

پاؤن گھس جاتے دشمنون کے گیا
جو چلے آتے آپ مضطر تک

اے مسیحا تری دوا ہے خاک
تیرے بیمار کو شفا ہے خاک

جب کہین ہینے اوسکو پایا ہے
اپنی ہستی کو کر دیا ہے خاک

خواب مین بہی نہ آجتنک آیا
باوفا یہ تری دفا ہے خاک

تو جب الٹا مجہے ڈبوتا ہے
میری کشتی کا ناخدا ہے خاک

مجہکو وہ آسکے قتل کر جائین
اور کیا میرا مدعا ہے خاک

دیکہکر نعش میری حسرت سے
بولے اب اسمین کیا رہا ہے خاک

جب جوانی مین بہی نہ عیش کرین
زندگانی کا پہر مزا ہے خاک

رنج واندوہ کے سوا مضطر
دل لگانے مین اور کیا ہے خاک

صرف ایک تو زمین سے ہے آسمان تک
پایا نہ غیر کا کہین ہم نے نشان تک

دیکہا ہو خواب مین جسے وہ کسطرح ملے
کیا ڈہونڈہین جانتے نہین اوسکا نشان تک

کیا منہ کو میرے کہول دیا اوسنے آتے ہی
شکوے جو آکے رک گئے میری زبان تک

سو سو طرح سے پوچہے اگر حشر مین خدا
جب بہی نہ لاؤنگا ترا شکوہ زبان تک

مضطر حضور پل مین وہان جاکے آگئے
پہونچے جہان کبہی نہ کسی کا گمان تک

ردیف کاف فارسی

وہ نہین کاٹ ہین ہرگز تری تلوار کا ڈہنگ
جیسا دیکہا ہے ترے ابروئے خمدار کا ڈہنگ

آج اٹہکہیلیان کرتی جو چلی آتی ہے
اے صبا کسکی اوڑایا ہے یہ رفتار کا ڈہنگ

بات بے بات زبان پر ہین ہزارون دشنام
ہے نیا آج تو کچھ آپکی گفتار کا ڈہنگ

ہو نہو محفلِ دلبر سے نکلوائے گئے
غیر سُن نے ہین جو آج آیا ہے اغیار کا ڈہنگ

اِن حسینو نمین نزاکت یہ کہان سے آئی
دیکہہ پایا ہے کسی عاشقِ بیمار کا ڈہنگ

ٹکٹکی باندہے کہڑا ہے ترے در کے آگے
مثلِ تصویر کے ہے طالبِ دیدار کا ڈہنگ

لوگ مہمان بتاتے ہین گہڑی پل کا اوسے
دیکہہ تو کیا ہے مسیحا ترے بیمار کا ڈہنگ

اوسکے کوچہ مین مجھے دفن کرین میرے عزیز
اِس سے بہتر نہین اب روز کے دیدار کا ڈہنگ

فیض یہ حضرتِ اوستاد کا ہے اے مضطر
ورنہ بے ڈہنگا تہا اتبک ترے اشعار کا ڈہنگ

ضعف سے کہاتا تہا سر جگر الگ
ہجر مین صدمہ رہا دل پر الگ

خواب مین بھی پہر خوشی دیکہی نہین
ہو گیا جب سے مرا دلبر الگ

ایک تو ہین جان بلب ہون ہجر مین
دوسرے دل ہے مرا مضطر الگ

میرے مرنے سے عجب فرحت ہوئی
عید ہے اغیار کے گہر گہر الگ

کیا سمجہہ سکتا ہے زاہد اسکی رمز
عشق کے مذہب کا ہے دفتر الگ

عشق مین دیوانہ مجھکو دیکھکر
ہوگیا مجھ سے مرا گھر بہر الگ

مدّعا نکلے گا رہکر اوس کے ساتھ
کس لئے رہتے ہو تم مضطر الگ

ردیف لام

ہو جائے کسیدن تو وصالِ گل و بلبل
ابتر ہے بہت ہجر مین حالِ گل و بلبل

کر ایک برس فصلِ بہاری مین ذرا رحم
گل چین سے یہ ہردم ہے سوالِ گل و بلبل

اب ہونے لگا کچھ اثرِ حسن و محبت
صیاد بہی ہے محو خیالِ گل و بلبل

دو دن مین خزان باغ کی کر دیگی صفائی
اچھّا نہین آپسمین ملالِ گل و بلبل

کیون دیکھنے جائین گل و بلبل کا تماشا
ہم تم بہی تو دونون ہین مثالِ گل و بلبل

ظالم نے بہار آتے ہی کیا تفرقہ ڈالا
صیاد کے سر پر ہے وبالِ گل و بلبل

مضطر ترا ہر شعر ہے گلزارِ معانی
ہر مصرع تر مین ہے خیالِ گل و بلبل

جس نے معشوق سے لگایا دل
اوسی نے آفت مین بس پہسایا دل

راتدن ہے شریکِ حال اپنا
ہم نے وہ غمگسار پایا دل

گنجِ قارون بھی ہو تو ٹھکرا دون
اچھّی صورت پہ جان دیتا ہے
کوئی مر جائے اوسکو کیا پروا
بھری محفل مین آج اوس بُت نے

میرا خالق نے وہ بنایا دِل
بدنظر ہم نے ایسا پایا دِل
ایسے ظالم پہ میرا آیا دِل
آن کی آن مین چُرایا دِل

تیرِ مژگاں سے اونکے ای مضطر
بڑی مشکل سے کل بچایا دِل

ردیف میم

اے مالکِ ارض و سما مشتاق دیدارِ تو ام
اے راحتِ جانِ جہان مشتاق دیدارِ تو ام

وے بادشاہِ دو جہان مشتاق دیدارِ تو ام
دے دلربائے عاشقان مشتاق دیدارِ تو ام

دیکھی ہے جب سے اک جھلک جھپکی نہین میری پلک
رہتا ہے یہ وردِ زبان مشتاق دیدارِ تو ام

مین کسطرح آون وہان آجا ذرا تو ہی یہان
تیرا امکان ہے لامکان مشتاق دیدارِ تو ام

ڈھونڈا ہے جا کر جا بجا ملتا نہین تیرا پتا
کب تک رہیگا تو نہان مشتاق دیدارِ تو ام

مین ہون علیل و نیم جان بیکس مریض و ناتوان
تو ہے مکینِ لامکان مشتاق دیدارِ تو ام

بس ہو چکی شرم و حیا چھپتا ہے کیون مجھسے بھلا
آسامنے جانِ جہان مشتاق دیدارِ تو ام

رکھہ نزع مین بھی برزبان مضطر یہ باآہ وفغان
اے عیان وہم نہان مشتاق دیدار توام

طرح غوث پاک

جو ہر دم لب پہ لائے غوث اعظم　وہ کہلائے فدائے غوث اعظم
مری جان ہے فدائے غوث اعظم　مرا دل مبتلائے غوث اعظم
بنائین سجدہ گہہ عشاق اوسکو　جو پا مین نقش پائے غوث اعظم
مری آنکھون مین ہو جب جلوہ گر تم　کوئی کیونکر سمائے غوث اعظم
جہان مین اونکا ہونا ہیچ ہی ہیچ　جو ہین نا آشنائے غوث اعظم
لگا لین معتقد آنکھون مین اپنی　ملے گر خاک پائے غوث اعظم
مرا منہ ہے یہ میری حیثیت ہے　جو ہو مجھسے ثنائے غوث اعظم
مبارک صاحب خانہ مبارک　کہ یان تشریف لائے غوث اعظم

شہنشہ اوسکی یون کرتے ہین عزت
کہ مضطر ہے گدائے غوث اعظم

دکھا دیجے رخ اک ذرا غوث اعظم　کہ ہو درد دل کی دوا غوث اعظم

یہ دنیا جو ہے اک بلا غوثِ اعظم
بچا اس سے بہرِ خدا غوثِ اعظم

نہ ظاہر مین گو مجھکو جلوہ دکھایا
کبھی خواب مین آ وَیا غوثِ اعظم

مشرف ہون بغداد مین جلد آکر
یہی دلکا ہے مدعا غوثِ اعظم

بہت دیر سے ہاتھ پھیلا رہا ہون
کرو میری حاجت روا غوثِ اعظم

نہ ہمسر تمہارا نہ ثانی تمہارا
خدا کے ہو محبوب یا غوثِ اعظم

بجز آپکے کوئی میرا نہین ہے
مرے پیر مشکل کُشا غوثِ اعظم

بنی ہین ترے شیفتہ شاہِ جیلان
خدا ہے ترا مبتلا غوثِ اعظم

بڑی دیر سے دے رہا ہے دوہائی
ہو مضطر کو بھی کچھ عطا غوثِ اعظم

ردیف نون

غارت وہ دل ہو جسمین کہ بوے وفا نہین
چھوٹے وہ آنکھ جسمین کہ شرم وحیا نہین

معشوق با وفا کوئی ہمکو ملا نہین
کچھ زندگی کا لطف میسر ہوا نہین

تمکو قسم ہے سر کی مرے صاف تم کہو
میّت پہ میری رونیکو آؤگے یا نہین

گر پھر گئے ہو ہم سے بلا سے پھرے رہو
بُت ہو فقط ہمارے کوئی تم خدا نہین

کسطرح یا آلہی بسر ہوگی قبر مین ۔۔۔ اپنے سوا وہان تو کوئی دوسرا نہین
ظاہر مین ہم سے دور اگر ہے تو کیا ہوا ۔۔۔ حبب دلمین تو بسا ہے تو ہرگز جدا نہین

مضطر وہان نہ جاؤن مین تنہا کسی طرح
دوزخ ہے مجھکو خلد اگر دلربا نہین

مجھے جان کے اپنی لالے ہوئے ہین ۔۔۔ کہ پھر زخم دل میرے آلے ہوئے ہین
رسا اسقدر میرے نالے ہوئے ہین ۔۔۔ کہ وہ اب کلیجا سنبھالے ہوئے ہین
مجھی کو نہین ہے فقط اون کا شکوہ ۔۔۔ عدو بھی وہان سے نکالے ہوئے ہین
ہوئی ابتو فریاد بھی اک مصیبت ۔۔۔ کہ سینے سے تا حلق چھالے ہوئے ہین
بنایا ہے نک سک درست اونکو حق نے ۔۔۔ سراپا وہ سانچے مین ڈھالے ہوئے ہین
جنون نے بنایا ہے سیاح مجھکو ۔۔۔ مرے بحر و بر سب کھنگالے ہوئے ہین
خدا جانے کیا جان و دل پر بنے گی ۔۔۔ کہ اوس شوخ کے ہم حوالے ہوئے ہین
نگاہون مین ہین اون کی ساری ادائین ۔۔۔ ہمیشہ کے وہ دیکھے بھالے ہوئے ہین

جدائی مین ہین اونکی بیتاب مضطر
طبیعت کو گو ہم سنبھالے ہوئے ہین

تیری فرقت مین ہین نالان سیکڑون ۔۔۔ حشر مین پکڑین گے دامان سیکڑون

آپ پر مرتے ہین جانان سیکڑون
جان و دل کرتے ہین قربان سیکڑون

اوسکے کوچہ کے عوض ہرگز نہ لون
دے کوئی گر باغِ رضوان سیکڑون

دیکھتے ہی مرغِ دل زلفون کے دام
ہوگئے دانان سے نادان سیکڑون

جاتے ہی بتخانے مین بُت کے حضور
ہوگئے کافر مسلمان سیکڑون

خانۂ دل مین ہین پوشیدہ مرے
اونکی بیرحمی سے ارمان سیکڑون

پھر گیا مضطر وہ اپنے قول سے
گو کئے تھے عہد و پیمان سیکڑون

میرے نالون مین کیا اثر ہی نہین
میری اوس بت کو کچھ خبر ہی نہین

یا الٰہی یہ کیا قیامت ہے
شبِ فرقت کی کیا سحر ہی نہین

جان سے مین تو ہاتھ دھو بیٹھا
اونکو اتنک مری خبر ہی نہین

تم ہی تم دلمین رہتے ہو ہر دم
اور کا تو یہان گذر ہی نہین

بیخبر ہو کے ایسے بیٹھے ہین
اونکو دنیا کی کچھ خبر ہی نہین

چاہے جتنی بنائیے باتین
آپکی مجھپہ وہ نظر ہی نہین

گم ہوے جستجو مین ہوش و حواس
لاکھ ڈھونڈھا وہان کمر ہی نہین

ہمتو واللہ صاف کہتے ہین
عشق جسکو نہین بشر ہی نہین

	جائے مضطر تو کس جگہ جائے تیرے در کے سوا تو در ہی نہین	

	عجیب گردش مین ہے مقدر جو وہ کہین ہی تو ہم کہین ہین
فلک نے کیسا دیا ہے چکّر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین	
	لگی ہے الفت کی آگ تن مین ہمارا چرچا ہے کوہ بن مین
تلاش مین ہین خراب در در جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین	
	وہ جب سے گہر غیر کے سدھارا ہمارا پیارا ہمارا پیارا
وظیفہ رہتا ہے یہ زبان پر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین	
	ہمیشہ فرقت سے ہین الم مین گذر رہی ہے مدام غم مین
جو درد دل مین تو دم لبون پر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین	
	ہمین ہے دشوار اوسے بلانا اوسے ہے مشکل یہانتک آنا
یہ دشمنون کے ہین سارے جوہر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین	
	تمام اپنے پرائے چہوٹے سبہون سے ملنے کے رشتے ٹوٹے
ہین اوسکی الفت مین گہر سے بے گہر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین	
	وہ جب سے ہم سے جدا ہوا ہے مثال ماہی تڑپ رہا ہے

ہے جسکی خاطر بیان زبان پر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

وہ رشکِ گل کب ملیگا یارب بر آئیگا کب ہمارا مطلب
پکارین کبتک تڑپ تڑپ کر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

کبھی وہ دن تھے کہ ایک دم بھی ہماری اوسکی نہ تھی جدائی
ہوئی ہے ابتو یہ حالت ابتر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

غضب کا ہے شوقِ دید جانان کہ مرتے دم بھی ہے دلکو ارمان
ہمارے تن مین ہے جانِ مضطر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

ہزارون مرغِ دل ونرات گو فریاد کرتے ہین — مگر وہ دامِ گیسو سے کسے آزاد کرتے ہین
کبھی وہ شاد کرتے ہین کبھی ناشاد کرتے ہین — ہماری آرزو ئے تکو غرض برباد کرتے ہین
جنازہ میرا دیکھا تو عدو سے ہنس کے وہ بولے — یہ ویرانہ کہان کا دیکھئے آباد کرتے ہین
ہمارے خانۂ دلکو یہ معشوقانِ شہر آشوب — کبھی برباد کرتے ہین کبھی آباد کرتے ہین
تپِ ہجران کی بیتابی مین ہم تصویرِ جانانکو — لگا کر اپنے سینے سے دل اپنا شاد کرتے ہین
ہمارا سر ہے کب سے خم لگا اک ہاتھ جلدی سے — کہین رحم و کرم مظلوم پر جلاد کرتے ہین
ستمگر کا لقب جلدی سے اب ہم اونکو دینگے — جوان جون جون وہ ہوتے ہین ستم ایجاد کرتے ہین
دہان سے کوئی آتا ہے تو اتنا پوچھہ لیتا ہون — جنہین مین یاد کرتا ہون مجھے وہ یاد کرتے ہین

ہم اونکے ظلمِ ناحق سے بہ تنگ آئے ہین اے مضطر
دیا ہے جس گھڑی دل اوس گھڑی کو یاد کرتے ہین

فقط آپکو مہ لقا جانتا ہون
سوا اِسکے مین اور کیا جانتا ہون

جفا کو تری کیا جفا جانتا ہون
جفا کو تری-مین وفا جانتا ہون

نہ جائیگا بے وصل دردِ جدائی
یہی اِس مرض کی دوا جانتا ہون

سمایا ہے تو ہی رگ و پے مین میرے
یہ کیونکر کہون مین جدا جانتا ہون

تجھے کشتیِ عمر کا اپنی اے عشق
خدا کی قسم ناخدا جانتا ہون

بلایا الگ جب تو وہ بولے مضطر
ترے دلکا مین مدعا جانتا ہون

کچھ اے پیامبر مجھے تیرا یقین نہین
اقرارِ وصل اور وہ کافر- نہین نہین۔

تم ہو وہ آئینہ کہ کدر ہر ایک سے
مین ہون وہ صاف دل کہ عدو سے بھی کین نہین

چھپتا نہین چھپائے سے بگڑا ہوا مزاج
ابرو پہ بل نہین ہے کہ ماتھے پہ چین نہین

آتا ہے یاد ہائے وہ تکرارِ وصل پر
کہنا بگڑ بگڑ کے کسی کا نہین نہین

اچھے سے اچھی جمع ہین حورین بہشت مین
جسکی ہمین تلاش ہے وہ مہ جبین نہین

مہمان سے یہ بغض یہ کینہ نہین روا
گھر آئے کا بھی پاس تجھے اے زمین نہین

اوسکی زبان سے شکوہ تمہارا۔ غلط غلط
مضطر تو اِس خیال کا اے نازنین نہین

محفل مین تیری جمع ہین سب اک ہمین نہین
کیا ظلم تیرا ہم پہ ہے اے مہ جبین نہین

کیونکر نہ اپنی گریۂ فرقت کا ہو ثبوت
دامن ہمارا تر نہین یا آستین نہین

گستاخ ہون نہ ہم کہین شوقِ وصال مین
اچھی نہین ہے روز کی ہم سے نہین نہین

اوس وقت مین ہی مین تہا نہ تہی آنکھ جب بصر
آتا ہے تو ہی تو نظر اب مین کہین نہین

مانا کہ شاہ رگ سے ہے میرے قریب تو
لیکن یہ کیا کہ میری نظر کے قرین نہین

اِس درجہ اپنے حُسن پہ نازان ہو کسلئے
دنیا مین میری جان حسین اک تمہین نہین

تمکو عدو کی بات تو آیت حدیث ہے
افسوس میری بات کا مطلق یقین نہین

کچھ غیر نے پڑہائی ہے پٹّی تجھے ضرور
بیوجہ آج تیری زبان پر نہین نہین

مضطر مین زور دیکے طبیعت پہ کیا کرون
دلکو مرے پسند ہی ایسی زمین نہین

آئی آگئی فصلِ بہاری کیا گلستان مین
جو رہ رہکر ہمارا ہاتھ پڑتا ہے گریبان مین

تمہین کچھ شرم بھی ہے ساتھ رکھتے تہے جسے ہر دم
پہرا کرتا ہے سرگردان وہ اب کوہ و بیابان مین

نہ نکلا سخت مشکل ہے نہ نکلا ہے نہ نکلیگا
پہنسا ہے دل مرا ایسا کسی کی زلفِ پیچان مین

رقابت ایک ہرجائی کے باعث ہوگئی پیدا
یہودی ہین نصارا ہین برہمن ہین مسلمانین

نہ وہ آآکے کچھ کہتا نہ ہم کچھ منہ سے بک اُٹھتے
خلل واعظ نے ڈلوایا ہمارے دین وایمانین

چلایا غیر کی جانب تو ہین بہی ہوگیا زخمی
یہ وہ ہرا تو ڑ کیسا ہے تمہارے تیرِ مژگانین

وہی وہ ہین اونہین کی حرکتین ہوتی ہین سب مجھسے
بسے ہین اسطرح آکر وہ میرے جسم اور جانین

الٰہی آگ لگجائے مری ان آرزوؤن کو
نکلتی ہی نہین ایسی سمائی ہین دل وجانین

وفائین مینے ظاہر کین تو وہ جہنجلا کے یون بولے
جو تم احسان جتانے ہو یہ کیا احسان ہے احسانین

تری پازیب کی جہنکار کا یہ شوق ہے اتنک
ہم اپنی بیڑیان کہڑکار ہے ہین بیٹھے زندانین

جو اسمین خاکساری ہے تو اوسمین خودنمائی ہی
تفاوت ہی تو اتنا ہے گدا ہین اور سلطانین

شگافِ دلمین سی لون جس سے اپنے آپ ہی اپنا
نہین ہے اتنی مضبوطی مرے تارِ گریبانین

ہمین ہین بیوفا بیشک بجا ہے اونکا یہ شکوہ
ذرا منہ ڈالکر دیکھین تو وہ اپنے گریبانین

کہُلے ہمکو بھی تقویٰ کی حقیقت حضرتِ زاہد
قدم رنجہ کبھی فرمائیے تو بزمِ رندانین

نہین تیرے سخن مین بات ایسی اتبک اے مضطر
بٹھائے جس سے کوئی تجھکو بھی بزمِ سخندانین

حنا سے ہاتھ تو انکو اپنے وہ لال کرتے ہین
اِسی بہانے سے ہمکو حلال کرتے ہین

بتوں کو واقعی اس فن مین سچّا دعویٰ ہے
کہ دلکے لینے مین ظالم کمال کرتے ہین

حیاؤ شرم کا اونکی کوئی ٹھکانا ہے — شب وصال بہی عذرِ وصال کرتے ہین
ہزار گالیان دیتا ہے ہمکو وہ بدخو — کبہی جو بوسے کا اوس سے سوال کرتے ہین

سُنا ہے در پہ محمدؐ کے جائے جو مضطر
عطا سے اپنی اوسے وہ نہال کرتے ہین

سُنکے دشمن کی بدی مجہسے بدلجاتے ہین — اونکی پیشانی سے پہرون کہین بلجاتے ہین
آنکہونکی راہ سے فرقت مین مرے لختِ جگر — اشک بنکے مرے یجان نکلجاتے ہین
حشر کے وعدہِ پہ یہ بات مجہے دیکہنی ہے — اِس پہ بہی رہتے ہین قایم کہ بدلجاتے ہین
قیدیونکا ترے کچہ ڈہنگ نرالا دیکہا — بیڑیان توڑ کے زندان سے نکلجاتی ہین
وصل کے وعدہِ پہ ہم آپسے راضی ہونگے — ہونگے وہ اور جو باتو نمین بہلجاتے ہین
دیکہہ قاتل مین پُرارمان چلا دنیا سے — جیتے جی لوگونکے ارمان نکلجاتے ہین
یہ بہی احسان ہے مجہپر جو تصوّر بن کر — آکے وہ سامنے آنکہونکے ٹہلجاتے ہین
دمِ عیسیٰ سے بگڑتے ہین مریضِ اُلفت — اور بیمار سنبہلے سے سنبہل جاتے ہین
لاکہہ ہشیار رہو آجاتا ہے اونکے جُل مین — چال وہ ایسی نئے ڈہنگ سے چلجاتے ہین
امتحان دینے کی ٹہری ہے عدو کی اپنی — کون ہو پاس وہان دیکہئے کلجاتے ہین
تیرہ بختی مین کسی کا نہین دیتا کوئی ساتہہ — اقربا دوست سب اوسوقت بدلجاتی ہین

دیکھکر پاس مرے اوس بتِ شعلہ رو کو
آتشِ رشک سے دشمن مرے جلجاتے ہین

حضرتِ شیخ کا پیری مین بہی بچپن نہ گیا
دیکہتے ہی وہ حسینون کے مچلجاتے ہین

ہے فقیری مین امیرانہ دماغِ مضطر
رسّی جلجاتی ہے لیکن کہین بلجاتے ہین

جو پہلے ہمین رُخ دکہاے ہوے ہین
وہ اب کس لیے منہ چہُپاے ہوے ہین

وہ نظرون سے سب کی بچاے ہوے ہین
جو ہاتون سے سینہ چہُپاے ہوے ہین

جو ہستی کو اپنی مٹاے ہوے ہین
خدا سے وہی لو لگاے ہوے ہین

محبت مین صدمہ اوٹہاے ہوے ہین
بہت داغ ہم دلپہ کہاے ہوے ہین

وہ میّت پہ آکر مری ہنس کے بولے
عبث آپ دم کو چُراے ہوے ہین

نہین یہ خبر کس کی مشکل ہو آسان
وہان سیکڑون سر جہُکاے ہوے ہین

وطن نے ہمین چہوڑا ہم نے وطن کو
کہ غربت مین مدت سے آے ہوے ہین

کوئی کارگر آہ پہ افسون نہ ہوگا
وہ پیرِ فلک سے کے پڑہاے ہوے ہین

تنفر تہا جنکو وہ اے تیری قدرت
مرے گہر مین مہمان آے ہوے ہین

فسانہ مرا سُن کے وہ شوخ بولا
یہ قصّے تو پہلے سُناے ہوے ہین

نہ آئین وہ پروا نہین ہمکو مضطر

تصور مین نقشہ جمائے ہوئے ہین

غم مین یہ سچ ہے کہ فریاد کیا کرتے ہین
ضبط بہی اے دل ناشاد کیا کرتے ہین

شکوۂ جور پہ وہ کہتے ہین چاہو نہ ہمین
ہم تو عشاق کو برباد کیا کرتے ہین

مرا مجنون مرا دیوانہ مرا شیدائی ۔
وہ مجھے پیار مین ارشاد کیا کرتے ہین

وہ تو آتے نہین ہان سیکڑون ارمان آکر
اوجڑے دلکو مرے آباد کیا کرتے ہین

جو زمانہ تہا برا اونکے ستم کا مضطر
اوسکو بہی ہائے ہم اب یاد کیا کرتے ہین

ہمہ تن آرزو و شوق و تمنا ہون مین
دل مشتاق ہون مین دیدۂ شیدا ہون مین

رشک اغیار مجھے ہے تو تجھے کیا ہمدم
میری تقدیر مین جلنا ہے تو جلتا ہون مین

ذکر حوران جنان مجھسے نہ چھیڑ اے واعظ
مدعی گہات تری خوب سمجھتا ہون مین

مین کرون آپکو رسوائے جہان ۔ خیر تو ہے
توبہ توبہ یہ خیال آپ کو ۔ ایسا ہون مین

تیرے کوچہ مین پڑے رہنیکی ہو کچہ تو سبیل
کاش اغیار ہی کا نقش کف پا ہون مین

آشنا بحر محبت سے نکالین تو سہی
لے ہی ڈوبون انہین وہ ڈوبنے والا ہون مین

نظر اہل نظر میرے سخن پر مضطر ۔
کیون نہ ہو ۔ دیکہنے والا ہی تو کسکا ہون مین

اس لئے ہم بہی سر شام چلے آتے ہین
پا کے موقع وہ لبِ بام چلے آتے ہین

چہیڑنے کو مرے وہ رشکِ قمر کہتا ہے
غیر کے نامہ و پیغام چلے آتے ہین

چشمِ الفت نہ سہی چشمِ مروت ہی سہی
سوچکر کچھ تو وہ انجام چلے آتے ہین

اونکا دیدار کسیکو کبہی ہوتا ہوگا
ہمتو ناکام کے ناکام چلے آتے ہین

خط مرا دیکہہ کے وہ بولے الٰہی توبہ
خط پہ خط روز مرے نام چلے آتے ہین

آج اغیار بہی اوس بزم سے آکے حضرتِ دل
شکر صد شکر کہ ناکام چلے آتے ہین

مہربانی بہی ہے اونکی تو شرارت آمیز
خط مین لکہتے مجہے دشنام چلے آتے ہین

آج مضطر ترے اوستاد کی وہ عزت ہے
ہر جگہ سے اونہین انعام چلے آتے ہین

ذکرِ دشمن سے تم خفا تو نہین
تم کو اس بات کا گلا تو نہین

ظلم پر ظلم شوق سے نہ کرو
مین ہون مین کوئی دوسرا تو نہین

تم مسیحا ہوئے تو کیا حاصل
کچھ مرض کی مرے دوا تو نہین

کیون اسے خاک مین ملاتے ہو
نامہ بر میرا مدعا تو نہین

آج چپ چاپ کیون ہو سچ کہدو
کچھ کسی نے کہا سنا تو نہین۔

مارتے ہین کبہی جلاتے ہین
اور پہر بُت ہین یہ خدا تو نہین

صاف فرمائے خدا کے لئے
آپ مضطر سے اب خفا تو نہین

آدمیت گر نہین انسان مین
فرق کچھ باقی نہین حیوان مین

دل لگانے کی سزا دیجے مجھے
آئے جو کچھ آپکے ایمان مین

کیون بگڑتے ہو مرے جان بے سبب
مجھسے گستاخی ہوئی کیا شان مین

بوسہ لینے کی قسم لے لیجئے
عرض کچھ کرنا ہے مجھکو کان مین

لغو گوئی کے سوا مضطر بتا
خاک بہتر ہے ترے دیوان مین

پوچھا جب زاہد نے کیا ہے آج مضطر ہاتہ مین
دیدیا جھٹ مین نے شیشہ اور ساغر ہاتہ مین

تیرا دیوانہ جہان جاتا ہے سب چہوٹے بڑے
اوسکے پیچھے بہاگتے ہین لیکے پتہر ہاتہ مین

مین ہون وہ گم گشتہ رہ ہو رہبری میری محال
لیکے مشعل بھی چلین گر خضر رہبر ہاتہ مین

اوسکے قبضے سے جو نکلا دل تو اوسنے یہ کہا
کیا رقم جاتی رہی افسوس آکر ہاتہ مین

لوٹ کیون ہو اسقدر میرے دل سوزان پہ تم
دیدہ و دانستہ کیون لیتے ہو اخگر ہاتہ مین

مجھسے کہتی ہین جوانی کی امنگین باربار
ہر گھڑی پہلو مین وہ ہو اور ساغر ہاتہ مین

کیون نہ ہو امید بخشش پھر ہمین روز جزا

رکہین گے نانا ہمارا ہاتہہ مضطر ہاتہ مین

وہ زلفونکو اپنی جو سلجہا رہے ہین — مرے دلکو اولجہا کے تڑپا رہے ہین

مجہے خونِ ناحق کا کیا غم ہو ہمدم — وہ خود اپنی حرکت پہ پچہتا رہے ہین

نہ کیون ہر قدم پر لٹین دل ہزارون — وہ کس ناز و انداز سے آرہے ہین

کرین کیا شکایت ہم اونکے ستم کی — کہ اپنے کئے کی سزا پا رہے ہین

بہلا کیا خطا ہو گئی ایسی ہم سے — ہمین چہوڑ کر آپ کیون جا رہے ہین

بتون کی محبت سے باز آؤ مضطر
بہت دیر سے تمکو سمجہا رہے ہین

وہ تصور مین بہی گر شکل دکہا دیتے ہین — مردمِ دیدۂ دل آنکہون مین جا دیتے ہین

پوچہتا ہے کوئی اون سے جو ٹہکانا میرا — میرے مرقد کو وہ انگلی سے بتا دیتے ہین

اپنی محفل مین جگہ دیتے ہین وہ دشمن کو — ہم اگر در پہ بہی بیٹہین تو اوٹہا دیتے ہین

بات کرنیکا جو موقع نہین ملتا ہے اونہین — اپنی پازیب کی جہنکار سُنا دیتے ہین

اک نہ اک چہیڑ نئی ہم سے چلی جاتی ہے — بیٹہے بیٹہے وہ نیا فتنہ اوٹہا دیتے ہین

اونکے کوچہ مین نہ بہولے سے بہی جانا مضطر
کہ وہ دل چہین کے آنیکی سزا دیتے ہین

یہ مشغلہ ہے شریفون کا اِس زمانے مین / قمار خانے مین ہین یا شراب خانے مین

جو اونکے چاند سے مکھڑے کی کھینچ دی تصویر / ہم اپنی جان اوسے دینگے محنتانے مین

الٰہی ایسے ہی شیر و شکر رہین تا زیست / نہ فرق آئے مرے اونکے دوستانے مین

یہ فیضِ پیرِ مغان ہے کہ آج زاہد بھی / گیا ہے گھر سے خدا کے شراب خانے مین

زکواۃِ حُسن جو دیتے رہو فقیروان کو / کمی نہ آئے کبھی حُسن کے خزانے مین

کہان ہماری یہ تقدیر ہے کہان یہ نصیب / جو آپ آئین ہمارے غریب خانے مین

ہمارے دلپہ مصیبت بہت گذرتی ہے / کسی کے کاکلِ پیچان کے قید خانے مین

غم و الم سے کوئی دم کو ہو تو ہو فرصت / وگرنہ عیش تو عنقا ہے اِس زمانے مین

وہ جسکو چاہے گدائی دے پادشاہی دے / کسیکو دخل ہے قدرت کے کارخانے مین

گلون کے قرب مین رہنے سے باغبان جلکر / لگا دے آگ نہ بلبل کے آشیانے مین

اُتار سر سے حوالے کی شیخ نے دستار / ملا نہ مفت جو بادہ شراب خانے مین

وہ اب حکایتِ مجنون ذرا نہین سُنتے / کچھ ایسا لطف ملا ہے مرے فسانے مین

ہمارے دلمین بھی ہونے لگی کچھ اولجھن سی / جب اولجھی زلفِ پریشان کسیکی شانے مین

نگاہِ لطف ہو اسپر بھی خواجۂ اجمیر
یہ عرض کرتا ہے مضطر بھی آستانے مین

چرچہ ہمارے عشق کا ظالم کہان نہین
اپنی وفاؤ مہر کا کس جا بیان نہین

کب دودِ آہ سے مرے گردون نہان نہین
کب آسمان اور نہ آسمان نہین

ہمدم اوڑیگی نیند مری اپنا کام کر
یہ دردو غم کا قصہ ہے کچھ داستان نہین

شرمندہ ہین نہ کیون ہون سگِ کوے یار سے
کہاے وہ کیا کہ تن مین مرے استخوان نہین

سودازدہ نے اوسکے اوڑائی زمین کی خاک
سمجھے ہو آسمان جسے وہ آسمان نہین

کرتے ہو عاشقون کو ہر اک طرح تم اسیر
وہ ہیچ کونسا ہے کہ تمکو روان نہین

مضطر ترے ستم کا نہ شکوہ کرے تو کیا
سب پر عیان ہے حال کسی سے نہان نہین

کچھ بھی تہذیب کا جوہر اگر انسانمین نہین
فرق پھر کچھ بھی اوس انسانمین حیوانمین نہین

وہ پری پوش مری آنکھونمین پھرا کرتا ہے
جسکا ثانی بخدا سارے پرستانمین نہین

دیکھہ لیگا کوئی کسطرح یہان تمکو بہلا
گھر مین بیٹھے ہو یہان کسی میدانمین نہین

دام مین پھانس لیا کیا اوسے تونے صیاد
شور و غل آج جو بلبل کا گلستانمین نہین

حیثیت کیا ہے جو لکھیگا صفت اوس بت کی
سر اوٹھانیکا بھی دم خامۂ سحبانمین نہین

بے پہنی تو نہین پی آے کہو تو ہم سے
آج کیون شیخ جی تم جامۂ انسانمین نہین

مجھکو رہ رہ کے خیال آتا ہے اسکا مضطر

قابلِ دادِ غزل کوئی بہی دیوانہین نہین

ہم سے اب پردہ تمہین زیبا نہین
ہم نے کیا تمکو کبہی دیکہا نہین

پہر اوسی انداز سے ہنس بول تو
اور کچھ بھی مدعا دل کا نہین

آپ میری جان کے خواہان نہون
دید یا دل یہ بہی کچھ تہوڑا نہین

دل ہی مین پاتا ہون جلوہ یار کا
طور پر کیون جاؤن کچھ موسیٰ نہین

دہونڈ لینگے کوئی معشوق اور ہم
کچھ تجھی پر یہ جبین ٹہیکا نہین

کیا کرین کیونکر وصالِ یار ہو
زور کچھ تقدیر پر چلتا نہین

دیکہئے دہوکا شبِ غم جان بھی
وقتِ بد مین کوئی بہی اپنا نہین

صورتِ نرگس ہے وہ بہی بد لحاظ
شرم کا جس آنکہہ مین پردا نہین

خاک ہے بے اوسکے لطفِ زندگی
ہے یہ جینا جانکنی جینا نہین۔

طور تہو یا آسمان ہویا ہو عرش
کس جگہ مضطر ظہور اوس کا نہین

کس غضب کی نگہہ ناز کا مارا ہون مین
کہ مسیحا بہی جو آئین تو نہ اچھا ہون مین

یاد آتا ہے جو ہم وصل کسی کا ہونا
اوسکی تصویر کو سینے سے لگاتا ہونمین

عشق بازو نہین تو مین کہتا ہون مین ہون ہمشکل
حسن والو نہین وہ فرماتے ہین یکتا ہونمین

اک زمانہ تو تمہین کہتا ہے قاتل اپنا
اور تم کو ہے یہ دعوی کہ مسیحا ہون مین

وہ اندہیرے مین جو ڈرتے ہین یہان آتے ہین
حسن کہدیتا ہے اونکا کہ اُجالا ہون مین

مجہہ جنُونی کی نہین ایک سی حالت ہر وقت
کبہی ہنستا ہون جنو نمین کبہی روتا ہو نمین

دوست ہون دوستون کا دشمنونکا دشمن ہون
سیدہا سیدہون سے ہون اور ٹیڑہون سے ٹیڑہا ہو نہین

سائلِ وصل جو ہوتا ہُون کسی سے مضطر
بول اوُٹہتا ہے مقدر ابہی روٹہا ہو نمین

خواہش نہین اب اونکی جو ہم آرزو کرین
ملنے کی اب ہمارے وہی جستجو کرین

دشمن کو آپ لائین ذرا رو برو کرین
دو دو کلام اوس سے بہی ہم دوبدو کرین

بدنام عام عشق ہین مجہکو عدو کرین
رسوا نہ میرے ساتہہ اونہین چارسو کرین

ممکن نہین کہ تیری کمر کا پتہ چلے
گو ہم زمین سے تا بفلک جستجو کرین

دو چار جام پینے سے کیا ہوگا ساقیا
ہم بادہ نوش وہ ہین جو خالی سبو کرین

چودہ طبق زمین و فلک کے ہون جلکے خاک
ہم دلِ جلے کسی دن اگر منہ سے ہو کرین

تیرا اشارہ پائین تو پروانہ وار ہم
تجہپر نثار جان کو اے شمع رو کرین

ساقی تری طرح ہو اگر ہمکو اختیار
مانگے جو کوئی جام تو حاضر سُبو کرین

تنگ آگئے ہین جوشِ جنون تیرے ہاتہ سے
ہم کبتک آخر اپنا گریبان رفو کرین

ممکن نہین کہ چہوڑ دین تجہسے حسین کو — گو لاکہہ بار عہد ہم اے ماہ رد کرین

عمر اپنی آن بان سے دنیا مین کٹ گئی — کتنی رہی ہے اب جو خوشامد کی خو کرین

میخانہ وہ جگہ ہے کہ آکر جناب شیخ — اپنی خوشی سے بیعت دست سبو کرین

مضطر وہی ملیگا جو قدرت نے لکھدیا
پہر کیا غرض ہے اسکی کہ ہم جستجو کرین

تاریخ محبوب العاشقین

خدا کے خاص منظور نظر مشتاق احمد ہین — اور سہر ساری خدائی ہے جدہر مشتاق احمد ہین

مریدان عقیدت مند کو کیا خوف محشر کا — طرفدار اور حامی اونکے گر مشتاق احمد ہین

فرشتے بہی زیارت کیلئے آئین تو زیبا ہے — خدا کے فضل سے ایسے بشر مشتاق احمد ہین

تصور مین نظر آتا ہے جلوہ ہر طرف اونکا — ادہر مشتاق احمد ہین ادہر مشتاق احمد ہین

اسی نام مبارک سے یہ پاجاتے ہین کچہ تسکین — دوائے درد دل درد جگر مشتاق احمد ہین

اونہین کی راتدن صورت پہرا کرتی ہی آنکہون مین — مرے پیش نظر آٹہون پہر مشتاق احمد ہین

نہ مرتے ہین نہ جیتے ہین یہ فرقت مین ہے حال اپنا — ہمارے حال سے کیون بیخبر مشتاق احمد ہین

وہ دن آئے خداوندا کہ مین کہتا ہوا جاؤن — کدہر مشتاق احمد ہین کدہر مشتاق احمد ہین

خدا کے فضل سے مضطر بھی خوش قسمت ہے یا حضرت
یہ شایق آپکا ہے آپ اگر مشتاقِ احمد ہین

ردیف واؤ

شایقِ دید نہ ہو صورتِ موسیٰ۔ دیکھو
ہر طرف دیکھنے والو وہ تجلّے دیکھو

تیغِ ابرو کے تو دیکھین ہین بہت سے بسمل
خنجرِ ناز کے بسمل کا تڑپنا دیکھو

بے نقاب آکے مری قبر پہ وہ کہتے ہین
تہا بہت دید کا شوق آج مین آیا دیکھو

کس صفائی سے وہ کہتے ہین بوقتِ رخصت
کل کے آنے کا نہین کرتا ہون وعدا دیکھو

ایک بوسہ بہی نہین تم سے دیا جاتا ہے
نقدِ دل مین نے دیا میرا کلیجا دیکھو

وہ تو کیا آتے کبہی خط بہی نہ آیا اون کا
میری پہوٹی ہوئی تقدیر کا لکھا دیکھو

جب کبہی کوئی حسین سامنے آجائے نظر
پہر مرے اِس دلِ نادان کا مچلنا دیکھو

بزمِ جانان مین تو جاتے ہو مگر اے مضطر
پہر نیا آج نہ اوٹھے کوئی فتنا دیکھو

اللہ اونکو میری خبر کچھ نہ کچھ تو ہو
نالونکا میرے ولیہ اثر کچھ نہ کچھ تو ہو

یارب ملادے یار سے یا مجہکو موت دے
اچہا ہو یا برا ہو مگر کچھ نہ کچھ تو ہو

عہد اپنا تم نے توڑ کے پھر آنکھین چار کین
نادم خطا پہ اپنی بشر کچھ نہ کچھ تو ہو

دل ہے جگر ہے جان ہے ایمان ہی اپنے پاس
انمین سے اونکے پیش نظر کچھ نہ کچھ تو ہو

مجھکو بلائین یا مرے گھر آپ آئین وہ
اے آہ تیر اون پہ اثر کچھ نہ کچھ تو ہو

کہانیکے واسطے غم عقبیٰ ہی لیکے جائین
دنیا سے ساتھ زاد سفر کچھ نہ کچھ تو ہو

برسون سے منتظر ہے یہ مضطر جواب کا
ارشاد آج رشک قمر کچھ نہ کچھ تو ہو

کہا یہ مجھسے کہ میری طرف نہین دیکھو۔
سبب جو پوچھا تو بولا وہ مہ جبین دیکھو

کرو نہ اونکا گلہ کچھ بھی اے جناب دل
خدا کے واسطے سن لین نہ وہ کہین دیکھو

سنبھل کے ذبح کرو کیون ہے ایسی گھبراہٹ
لہو مین میرے نہ بھر جائے آستین دیکھو

لگاؤ منہ نہ کمینے کو ہم نہ کہتے تھے
رقیب ہو گیا گستاخ اب تمہین دیکھو

ذلیل گر وہ سمجھتے ہین تمکو اے مضطر
ضرور ہے کہ کوئی اور تم حسین دیکھو

لیکے دل آنکھ چراتے ہو یہ کیا کرتے ہو
دل مضطر کو ستاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

آپ سے پہلے کہین جان نہ جائے میری
اپنے جانیکی سناتے ہو یہ کیا کرتے ہو

چال ایسی نہ چلو جس سے قیامت لپٹ جائے
سوتے مردون کو جگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

آج تک مجھکو جھلک بھی نہ دکھائی اپنی
غیر کے سامنے آتے ہو یہ کیا کرتے ہو

وصل مین مین نے جو چھیڑا تو وہ بولے مضطر
واہ وا ہمکو ستاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

قتل کرتا ہے تو اب کس لئے قاتل مجھکو
کر چکی تیغ ادا پہلے ہی بسمل مجھکو

اپنے قاتل کا مین کس شکل سے احسان بہولون
کر لیا اپنے شہیدون مین ہے داخل مجھکو

صحبتِ غیر سے اتنی بھی نہ پائی فرصت
کبھی نامہ بھی نہ بھیجا بُتِ غافل مجھکو

خنجرِ ناز سے اک وار مین کر کام تمام
اب نہ تڑپا تو زیادہ مرے قاتل مجھکو

واہ رے فیض رہی فکرِ دو عالم نہ ذرا
حضرتِ عشق سے ملے مرشدِ کامل مجھکو

قاتلِ خلق ہے وہ اور ستم تو دیکھو
ہے یہ تاکید کہے کوئی نہ قاتل مجھکو

نقد دل نذر کیا پا کے اشارہ اونکا
مضطراب کہتے ہین سب حضرتِ بیدل مجھکو

اگر اچھی مری تقدیر نہین ہے تو نہ ہو
تو بھی میرا بُتِ بے پیر نہین ہے تو نہ ہو

آپکی مُہر تو ہے وعدہ کے خط پر صاحب
آپکے ہاتھہ کی تحریر نہین ہے تو نہ ہو

خنجرِ ناز سے وہ قتل کرینگے مجھکو
ہاتھہ مین اونکے جو شمشیر نہین ہے تو نہ ہو

کسطرح جاؤن کہین زلف کا قیدی ہو مین
پاؤن مین گر مرے زنجیر نہین ہے تو نہ ہو

خود وہ موجود ہین جب میرے تصور مین یہان　　پہر مرے پاس جو تصویر نہین ہی تو نہ ہو

خواب مین سینے سے لپٹا ہی چکا ہون اونکو　　ظاہری خواب کی تعبیر نہین ہے تو نہ ہو

گاؤن شاہی جو عطیہ ہین وہی کافی ہین
اور مضطر کوئی جاگیر نہین ہے تو نہ ہو

مفلس غریب بندۂ پروردگار ہو　　لیکن نہ مجھسا کوئی زمانے مین خوار ہو

ہمدرد کوئی ہو نہ کوئی غمگسار ہو　　پہر کیون نہ مجھکو قبر شب انتظار ہو

جب مینے ہجر یار مین رو رو کے جان دی　　شمع مزار کیون نہ مری اشکبار ہو

یہ بہی کوئی طریق بہلا دوستی کا ہے　　جو ہو عدو ہمارا وہی تیرا یار ہو

تیرا سلوک یاد دلاؤن مین تجھکو کیا　　اپنی خطا پہ آپ ہی تو شرمسار ہو

یہ کہہ رہا ہے چرخ زمین سے جھکا ہوا　　مین سر پہ اوسکے صدقہ تو پا پر نثار ہو

پہلی سی بات دل کے دکہانے کی اب کہان　　گو دوستی ہماری تمہاری ہزار ہو

مشت غبار میرا اٹہانے سے تو لگا　　لیجا صبا اوڑا کے جہان کوئے یار ہو

مضطر اک اور بہی ہو غزل اس زمین مین
لیکن وہ اس غزل سے ذرا زوردار ہو

جب بے مزا جوانی کا ابر بہار ہو　　مضطر ہو دور جام ہو اور بزم یار ہو

جنبش ہین وان جو ابروے خمدار یار ہو
یان دلکے ٹکڑے ٹکڑے ہون سینہ فگار ہو

جسنے کسی کو تو نہ کہا اور نہ تو سُنا
اوسکو تمہاری بات کی کیونکر سہار ہو

اے شمع رو دکہادے اگر رُخ نقاب سے
پروانہ وار تجھپہ زمانہ نثار ہو

یہ بہی خدا کی شان ہے ہم جن پہ جان دین
وہ ہم سے پوچھتے ہین کہ کیون اشکبار ہو

ٹہنڈی ہوا ہو ابر ہو باغ و بہار ہے
ساقی نہین تو پہر مجھے کیونکر قرار ہو

جیسا کہ تیرے عشق مین مین ہو گیا ہون خوار
اللہ کرے کہ اس سے سوا تو بہی خوار ہو

جب ہی مزا وہ روتے ہون میّت پہ غیر کی
ہم ہنس کے پوچھین اون سے کہ کیون اشکبار ہو

ممکن نہین کہ گیسوے مشکین کی قید سے
بندہ نواز آپ کا قیدی فرار ہو

دل سے دعا یہی مری لیل و نہار ہے
بندہ کے بس مین بندہ نہ پروردگار ہو

مضطر تو سادہ گو ہے کرے کیا غزل پہ فخر
زیبا یہ بات اوسے ہے جو مضمون نگار ہو

دیا عشق اوسنے مجہکو حُسن بخشا روئے جانانکو
کوئی کیا سمجھے۔ کیا جانے کوئی اِس رازِ پنہان کو

تمہین ملنا نہین منظور تو اِسمین بہی ہم خوش ہین
بلالو اپنی حسرت کو بلالو اپنے ارمان کو

زمین پر جسقدر اچھی بُری چیزین بنائین ہین
کیا ہے مالک و مختار سبکا اوسنے اِنسان کو

یہ حسرت کہہ رہی ہے اے مسیحا اب بہی تو آجا
اجل لینے کو آئی ہے ترے بیمارِ ہجران کو

تمہین یہ بے رُخی ہر شخص سے کرنی نہین زیبا | ذرا تو پاس کرنا چاہیے انسانکا انسان کو
حکومت قیس اور فرہاد کی مطلق نہین باقی | لیا قبضہ ہین جب سے تیرے وحشی نے بیابان کو

کہو پہر زیست کا اونکی کوئی دنیا مین چارہ ہی
نہ مضطر کو بلاؤ تم نہ خود جاکر کبھی جہانکو

مری میت پہ آجانا دکھانا تہا یہ عالم کو | نہ وہ رونے کو آئے تہے نہ وہ آئے تہے ماتم کو
زمانہ ساتھ اپنے عشق کا جہگڑا لگاتا ہے | بہٹکنے ہی نہین دیتے یہان تو پاس اس غم کو
ہمیشہ عشق مین ماتم کدہ رہتا ہے گہر میرا | بدل لیتا ہون گیارہ ماہ سے ماہِ محرم کو
وہی اونکو بہی بعدِ مرگ ہم جیسا کفن ہوگا | پہنکر فخر کرتے ہین جو یان کمخاب و شبنم کو
خدا رکہے انہین وہ تو حیا کے ایک پتلے ہین | نہین ممکن کہ آنچل بہی دکہائین غیر محرم کو
فرشتون کو بہی وہ ہرگز میسر ہو نہین سکتا | خدا نے مرتبہ بخشا ہے جو فرزندِ آدم کو

اونہین کچہ غم نہین جو لاشریک اوسکو سمجہتے ہین
بہرینگا مشرکون سے وہ تو اے مضطر جہنم کو

ردیف ہائے ہوز

نعت سرورِ کائنات

او جالا نورِ وحدت کا بڑھا دو یا رسول اللہ | یہ تاریکی مرے دل سے مٹا دو یا رسول اللہ

مرے اوجڑے ہوئے دلکو خدا کیواسطے جلدی | بسا دو یا رسول اللہ بسا دو یا رسول اللہ

یہ جس سے سیم و زر نظرون مین میری ہیچ ہو جائے | مجھے وہ گنجِ عرفان تم دکھا دو یا رسول اللہ

مسافر ہو نمین گم گشتہ کوئی رہبر نہین ملتا | مجھے تم راہ وحدت کی بتا دو یا رسول اللہ

ترستا ہے درِ اقدس پہ حاضر ہونیکو مضطر
بلانے کیون نہین اوسکو بتا دو یا رسول اللہ

رح حضرت خواجہ اجمیر

دکھا دو شکلِ نورانی مرے خواجہ مرے خواجہ | بحق شاہِ جیلانی مرے خواجہ مرے خواجہ

تمہارا در ہے ایسا جسپہ ہر دم با ادب ہوکر | ملک کرتے ہین دربانی مرے خواجہ مرے خواجہ

بلا کر اپنے روضہ مین دکھا دیجے رُخِ انور | فروغِ ماہِ کنعانی مرے خواجہ مرے خواجہ

غضب ہے آکے اِس در پہ اگر محروم مین جاؤن | یہ ہے دربارِ سلطانی مرے خواجہ مرے خواجہ

ہوا و حرصِ دنیا سے چھوڑا دیجے مجھے جلدی | کہ ہے دلکو پریشانی مرے خواجہ مرے خواجہ

خدا نے وہ دیا رتبہ کوئی مشرق سے مغرب تک | نہین ہے آپکا ثانی مرے خواجہ مرے خواجہ

سگِ در آپکا مضطر کہان سے وہ زبان لائے

کرے جس سے ثناخوانی مرے خواجہ مرے خواجہ

مدح شاہِ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ

وظیفہ ہے یہی ہر دم ہمارا شاہِ آصفجاہ
پہلا پہولا رہے گلشن تمہارا شاہِ آصفجاہ

جدہر سُنئے رعیت فخر سے یہ بات کہتی ہے
ہمارا ہے ہمارا ہے ہمارا شاہِ آصفجاہ

ابہی ہوتی ہے کشتی پار اپنی بحرِ غربت سے
ذرا دیدیجئے اسکو سہارا شاہِ آصفجاہ

برآمد تہی سواری ساتہہ پیارے شاہزادون کے
نظارہ ہوگیا ہمکو تمہارا شاہِ آصفجاہ

غرض کیا ہے کرین کیون ذکر حاتم کی سخاوت کا
کہ جب موجود ہے حاتم ہمارا شاہِ آصفجاہ

نگاہِ مہر سے جب کردیا عالم کو مستغنی
مری جانب بہی ہوجائے اشارا شاہِ آصفجاہ

محبت کا تمہاری جسکے دلمین جمگیا سِکہ
بنا بے دام وہ بندہ تمہارا شاہِ آصفجاہ

تصدق ہوکے قدمون پہ یہی اقبال کہتا ہے
تمہارا ہون تمہارا ہون تمہارا شاہِ آصفجاہ

امام الاولیا کا کیون نہ ہو سایہ بہلا اوس پر
کہ ہے شاہِ ولایت کا وہ پیارا شاہِ آصفجاہ

تری سرکار مین جو عدل اور انصاف دیکہا ہے
قلم وہ لکہہ نہین سکتا ہمارا شاہِ آصفجاہ

نظام الملک محبوبِ علیخان جنکو کہتے ہین
اونہین کا ہے لقب مضطر یہ پیارا شاہِ آصفجاہ

اوٹھا لین گے وہ اب ہمسے حجاب آہستہ آہستہ
میسر ہوگا اونکے ساتھ خواب آہستہ آہستہ

مین کل شب بوسے لیتا تھا تو وہ جلدی سے ہنس ہنس کر
لگا لیتے تھے بوسونکا حساب آہستہ آہستہ

ذرا جانے تو دو خوش دشمنونکو اوسکے کوچہ مین
وہ واپس آئینگے ناکامیاب آہستہ آہستہ

سر محفل ہین چپکے سے سوال وصل کرتا تھا
وہ مجھکو دیتے جاتے تھے جواب آہستہ آہستہ

خفا جب مجھپہ ہوتے ہو تو آتا ہے غضب اکبار
عدو پر گر کبھی ہو تو عتاب آہستہ آہستہ

ابھی سے خون ناحق پر کمر جب تمنے باندھی ہی
زمانہ دیگا قاتل کا خطاب آہستہ آہستہ

اوسی صورت محبت اونکی کم ہوتی گئی ہمکو
گیا جسطرح سے اونکا شباب آہستہ آہستہ

نہین پیتا نہین پیتا یہ کہہ کہہ کر ہی آکے زاہد
چڑھالی خم کے خم تونے شراب آہستہ آہستہ

سوا اسکے نہ کچھ حاصل ہوا تیری محبت مین
کہ **مضطر** کا ہوا خانہ خراب آہستہ آہستہ

مجھے جب ہوئی اون سے الفت زیادہ
اونہین ہوگئی مجھسے نفرت زیادہ

خدا ہی بچائے تو بچ جائے شاید
ہے بیمار کو تیرے غفلت زیادہ

نہین کچھ بڑی بات یہ تیرے نزدیک
نہ کر ایک بوسہ پہ حجت زیادہ

تصدق کیا نقد دل جب سے ہم نے
ہوئی حسن کی اونکے شہرت زیادہ

وہین تفرقہ چرخ بدخو نے ڈالا
کہین دو مین دیکھی جو الفت زیادہ

فقیروں کو بھی ایک بوسہ عطا ہو۔ کرے گا خدا حُسن و دولت زیادہ

ڈریں کیوں خطاؤں پہ ہم اپنی مضطر
گناہوں سے ہے اوسکی رحمت زیادہ

ہے مجھکو اون کے خال پہ اختر کا اِشتباہ — دندان پہ اونکے ہے مجھے گوہر کا اِشتباہ
جب چودھویں کے چاند پہ میری نظر پڑی — اکثر ہوا ہے اوس مہِ انور کا اِشتباہ
ٹھہرا گیا ہیں دیکھہ کے ابروئے یار کو — واللہ مجھکو ہو گیا خنجر کا اِشتباہ
رو رو کے ہم نے پل میں وہ دریا بہا دیا — جس پہ ہوا ہے اون کو سمندر کا اِشتباہ

اچھا کلام ہے نہ کچھ اچھی زبان ہے
مضطر پہ کس طرح ہو سخنور کا اِشتباہ

ردیف یائے تحتانی

مدح حضرت صابر کلیری

تم ہو بزمِ چشت کے سلطان صابر کلیری — اور ہو گنجِ شکر کے جان صابر کلیری
رات دن قبرِ مبارک پر نہایت شوق سے — ہوتے ہیں آکر ملک قربان صابر کلیری

آپ کا مہر ولایت جبکہ طالع ہو گیا
لاے اوسدہم تیرہ دل ایمان صابر کلیری

سیکڑون شاہ وگدا آتے ہین در پر باغرض
کی خدانے آپکی وہ شان صابر کلیری

خاندانِ چشتیہ اور خاندانِ قادری
آپ پر سو جان سے ہین قربان صابر کلیری

ناخنِ لطف وکرم سے آپکے نکلے گا یہہ
غم کا میرے دلمین ہے پیکان صابر کلیری

آپ مخدوم زمان ہین اے علاؤالدین ولی
سب ہین خادم آپکے ہر آن صابر کلیری

غیر ممکن تھا جو مضطر آپکی کرتا ثنا
آپ کا ہی فیض ہے سلطان صابر کلیری

غضب شوخی ہے چشم فتنہ زا کی
جدہر دیکھا ادہر آفت بپا کی

تمھین سچے سہی لو ابتو خوش ہو
جفا ہان ہم نے کی تم نے وفا کی

مرا پیغام لیجاے وہان تک
رسائی ہو اگر بادِ صبا کی

بنا دے اپنا مستانہ بنا دے
سنگھا دے بو مجھے زلفِ دوتا کی

تم اب ہر شخص سے ہو بے تکلف
حیا و شرم جو پہلے تھی کیا کی

اثر جس کا نہ ہو دلپر بتون کے
جو ایسی آہ ہم نے کی تو کیا کی

لیا کر چٹکیان اب دلمین بیٹھا
تجھے جا دلمین دی ہم نے خطا کی

مرے نازون کے پالے دل کو لیکر

دغا کی اوس نے اے مضطر دغا کی

سنتا ہی نہین وہ بُتِ بے پیر ہماری — کیا ہو گئی وہ آہ کی تاثیر ہماری

سیدہی نہین پڑتی کوئی تدبیر ہماری — برگشتہ ہے کچھ ان دنون تقدیر ہماری

ہم قیدیون کے نالون سے ہے شورِ قیامت — گردون کو ہلا دیتی ہے زنجیر ہماری

باتون مین پری زادون کو کرتے ہین مسخر — جادو کا اثر رکھتی ہے تقریر ہماری

کس جرم پہ دیتا ہے نئے رنج شب و روز — تقصیر ہے کیا اے فلکِ پیر ہماری

اپنا تو ارادہ اوسی کوچہ کا ہے مضطر
لے جائے کہان دیکھئے تقدیر ہماری

تیرے پرتو سے قمر کی شکل نورانی ہوئی — شک نہین اسمین ذرا یہ بات ہے مانی ہوئی

زلف بکھری دیکھکر دل کو پریشانی ہوئی — آئینہ رو کو جو دیکھا مجھکو حیرانی ہوئی

تو نہ ہوتا تو یہ بربادی نہ ہوتی آج کو — تیرے ہاتون عشق میری خانہ ویرانی ہوئی

شبکو وہ آئے مگر نکلی نہ امیدِ وصال — داستان کمبخت میری ایسی طولانی ہوئی

تجھکو دعوی تہا بہت نقشہ نہ اونکا کہیچ سکا — آج شیخی کرکری سب تیری اے مانی ہوئی

شکر یہ کیونکر ادا ہو کام جتنے تہے مرے — سب بگڑ کر بن گئے وہ شانِ رحمانی ہوئی

لو مبارک ہو تمہین مضطر دوبارہ گھر بسا

لوگ کہتے تہے تمہاری خانہ ویرانی ہوئی

کسی کی جستجو سارے زمانے مین پہرا لائی
مگر کچھ بہی نہ دیکہا ہمنے وہ سب کچھ دکہا لائی

جوانی نازنینون کے لئے نازو ادا لائی
ہمارے واسطے لائی تو پیغامِ قضا لائی

گہلا جاتا ہون اِس غم مین کہ مدت سے خبر اوسکی
نہ کچھ پیغام بر لایا نہ کچھ بادِ صبا لائی

نہین آیا وہ میرے گہر مگر اب تو سرِ مرقد
محبت میری اوسکو کہینچ کر بعدِ فنا لائی

چہٹی ہستی کی پستی عالمِ بالا پر آپہونچا
کہان تہا مین کہان مجھکو تلاشِ دلربا لائی

شبِ وعدہ ہماری حسرتون کا خون کر ڈالا
نئی رنگت تمہارے پائے نازک کی حنا لائی

مرا قاتل کا مقتل مین رہا جہگڑا یہ وقتِ قتل
وہ کہتا تہا قضا لائی مین کہتا تہا ادا لائی

مرے گہر خواب مین آتے ہوئے بہی شرم آتی تہی
تجہے بزمِ عدو مین کس طرح تیری حیا لائی

کبہی قاتل نے مجھکو جہوٹے منہ سے بہی نہین پوچہا
تمنائے شہادت سوئے مقتل بارہا لائی

یہان آنا تو کیا وہ نام تک پہلے نہ لیتے تہے
مری آہِ رسا کچھ آج رستے پر لگا لائی

سمجہکر روزِ محشر خفتگانِ خاک اُٹھ بیٹہے
قیامت کو بہی تیری چال ٹہکرا کر جگا لائی

نہ آئے تہے ابہی تک ہم کسی کے داؤ مین مضطر
مگر لائی تو اپنے پیچ مین زلفِ دوتا لائی

دل دکہائے گی دل لگی دل کی
مجکو رُلوائے گی ہنسی دل کی

نہ چلی آج تک نسیم بہار
رونا آتا ہے حال پر اپنے
دام کاکل مین پہانسکر اوسنے
نہ کسی کی سُنی محبت مین

یونہین مُرجہا گئی کلی دل کی -
دیکہکر مجکو بےکسی دل کی
پہر کسی دن خبر نہ لی دل کی
ہائے کیون ہم نے کی خوشی دلکی

عشق بازی مین تم نے اے مضطر
اچھی مٹی خراب کی دل کی

مجکو برباد کیئے دیتی ہے الفت تیری
نازو انداز و ادا حُسن و نزاکت تیری
وقتِ مردن میرے بولا وستمگر ہنسکر
ظلم جو چاہے تو کر ہو نہ مگر مجھ سے جدا
دیکھے دل پڑگئے اب جان کے لالے مجہکو
دادرس تیرے سوا کون ہے میرا ظالم
واعظا اک بات بہی میخارون کی مطلب کی نہین

سامنے میرے رہا کرتی ہے صورت تیری
ہو مبارک تجھے یہ دولت و حشمت تیری
جلد رخصت ہو کہ پوری ہوئی رخصت تیری
کہ گوارا نہین ہرگز مجھے فرقت تیری
کیا دکہائیگی خدا جانے محبت تیری
مین کہان جاؤن بہلا لیکے شکایت تیری
کون سُنتا ہے بہلا ایسی نصیحت تیری

پہر تو آجائے مزا خلد کا مضطر تجہکو
کوچۂ یار مین بن جائے جو تربت تیری

کیا دکہائے گی خدا جانے یہ قسمت میری
دن بدن غیر ہوئی جاتی ہے حالت میری

مجہسے ملنے کو جو آئی شب عشرت میری
رشک سے پاس نہ پہٹکی شب فرقت میری

وعدہ مجہسے ہے چلے جائین نہ وہ غیر کے گہر
کشش عشق ترے ہاتہہ ہے عزت میری

سوتے ہین وہ انہین کسطرح سے بیدار کرون
دل مشتاق نہین بڑہتی ہے ہمت میری

آپ کا کشتہ ہے گر آپ جلائین تو جئے
ان سے کہتی ہے مرے بعد یہ حسرت میری

کوئی دیوانہ ہے مدفون جو وحشت ہی یہان
غیر سے کہتے ہین وہ دیکہکے تربت میری

گالیان سنکے بہی مطلب کی کہے جاتا ہون
مانتی ہی نہین کمبخت طبیعت میری

لکہا جب کاتب تقدیر نے قسمت مین تو پہر
چہوڑ کر مجہکو کہان جائے مصیبت میری

اور کیا چاہیئے اب اسکے سوا اے قاتل
تیرے ہان ہوگئی مقبول شہادت میری

جب کہا تم نہین آتے تو تصور مین تو ہو
ہنس کے فرمایا کہ یہ بہی ہے عنایت میری

ہار یہ میرے گلے کا جو ہوئی ہے مضطر
جان کیا لے کے ٹلیگی شب فرقت میری

آرہی ہے کیون صبا تو آج اترائی ہوئی
دیکہہ لی ہے کیا کسی کی چال اٹہلائی ہوئی

ہوگیا موجود آکر آرزودن کا ہجوم
وصل کی شب کیا ہماری اونکی تنہائی ہوئی

ساقیا دے مجہکو جلدی آج تو بہر بہر کے جام
پڑ رہی ہین بوندیان بہی ہے گہٹا چہائی ہوئی

ایک مدت خوب حسن و عشق کے چرچے رہے
سارے عالم مین ہماری اونکی رسوائی ہوئی

فیصلہ کردو ہمارا۔ دیکھہ لو اچھی طرح
نیم بسمل کر رہی ہے آنکھہ شرمائی ہوئی

پوچھتا ہے مسکرا کر میری میت پر وہ شوخ
نعش کیا مضطر کی رکھی ہے یہ کفنائی ہوئی

کہان گئے تہے ذرا دلربا کہو تو سہی
کہان گئی وہ تمہاری جفا کہو تو سہی

اوٹھائی ہمنے ہے کیسی جفا کہو تو سہی
عدو کا منہ ہے اوٹہائے بہلا کہو تو سہی

تپ فراق سے کسطرح ہو مریض اچھا
سوا وصال کے کچھ ہے دوا کہو تو سہی

نہین ہوئی ہے اگر ہاتہا پائی غیر سے
تو ٹکڑے ٹکڑے ہوئی کیون قبا کہو تو سہی

وہ بولے مانون نمانون یہ فعل ہے میرا
تم اپنا آج دلی مدعا کہو تو سہی

ہماری حسرت دل پوچھکر خموش ہو کیون
جواب مین بہی کچھ اچھا برا کہو تو سہی

ستم گرون کی گلی مین جو آئے ہو مضطر
تم اپنی جان کے دشمن ہو کیا کہو تو سہی

پلا آج بہر بہر کے پیمانہ ساقی
رہے تیرا آباد میخانہ ساقی

نہ سن میرا اللہ افسانہ ساقی
کہین تو نہ ہو جائے دیوانہ ساقی

بتون مین بہی تہا جلوۂ حق نمایان
جو دیکہا تہا کل سوئے بتخانہ ساقی

پلا آج وہ جام توحید مجھکو — رہوں عمر بھر جس سے مستانہ ساقی
جو دنیا ہے دیدے کوئی جام جلدی — خدا کے لئے مجھکو ترسانہ ساقی

زمانہ تو مضطر کو کہتا ہے زاہد
مگر ہے کلام اوس کا رندانہ ساقی

مئے عرفان سے ذرا آج چھکادے ساقی — مست و لایعقل و بیہوش بنادے ساقی
تندوہ جام پہ جام آج پلادے ساقی — شاد ہوکر تجھے دل میرا دعادے ساقی
کل اگر بوند بھی مانگین تو ترے مجرم ہین — آج ہم جتنی پیئین ہمکو پلادے ساقی
پھر نہ ہین ہوش مین اپنے کبھی آوین تا زیست — آج ایسا مجھے مدہوش بنادے ساقی
جام دو جام سے تسکین نہین ہوتی ہے — خم کے خم آج مرے منہ سے لگادے ساقی
ایک پر ایک گرے چور نشے مین ہوکر — آج میخوارون کو وہ جام پلادے ساقی

مئے تو پیتے ہوئے مضطر کو زمانہ گذرا
مئی وحدت ہو تو وہ آج پلادے ساقی

دل گیا دل سے آہ تو نہ گئی — نہ گئی ہائے آرزو نہ گئی۔
وہ تو مدت سے ہمکو بھول چکا۔ — یاد دلدار دل سے تو نہ گئی
عشق مین کب ہوا نہ مین رسوا۔ — کب خبر میری چار سو نہ گئی

بے وفا وہ تو باوفا ہین ہون — اون کی وہ خو بہہ میری خو نہ گئی
بات کرتے ہین مجہہ سے تو کہہ کر — اون کی یہ طرز گفتگو نہ گئی۔
ہم چلے جائینگے عدم آباد — گر شب ہجر یار تو نہ گئی تو
روز وعدے پہ سو بہانے ہین — تیری عادت یہ حیلہ جو نہ گئی
ناصحا پہر اڑا تو زندون سے — ذلتون پر بہی تیری خو نہ گئی
وہ جدا ہوکے چلدئے مجہسے — ہان پسینہ کی اون کے بو نہ گئی
لاکہ صدمے اوٹہائے فرقت کے — دل لگانے کی اپنی خو نہ گئی
ٹپکے نکلا ہے میکدہ سے شیخ — اب بہی کیا اوسکی آبرو نہ گئی

ایک عالم مین ہم پہرے مضطر
شکر ہے طرز گفتگو نہ گئی

بات کرنی ہی کبہی اون سے میسر ہوتی — کاش تقدیر مری اتنی ہی یاور ہوتی
شرع مانع جو نہوتی تو بت ماہ جبین۔ — تیری تصویر مسلمانون مین گہر گہر ہوتی
دل مرا آپکے بس مین جو نہوتا صاحب — پہر طبیعت مری قابو سے نہ باہر ہوتی
جب جلانا مرا منظور تہا اونکو سر بزم — یاد دشمن کی مرے اونکو نہ کیونکر ہوتی

صلح کل ہوتا نہ مشرب تو ذرا پیچ کہتا

آج عزت تمہین یہ حضرتِ مضطر ہوتی

ہو مفلسی بہی یاد عمارت کے سامنے	بہولے بشر نہ رنج کو راحت کے سامنے
جو بہاگتے تہے مجہسے وہی میرے سوگ مین	دہونی رمائے بیٹہے ہین تربت کے سامنے
اسطرح اونکے آگے مین رہتا ہون سرنگون	محتاج جیسے صاحب دولت کے سامنے
چاہین تو وہ ابہی مری بر لائین آرزو	کچہ بہی نہین ہے اونکی مروت کے سامنے
ارمان اپنے دلکے نکالون تو کس طرح	مجبور ہون مین اونکی نزاکت کے سامنے

مضطر زبان پر کبہی شکوہ نہ لائین ہم
گر ہمکو رات دن ہو قیامت کے سامنے

مہندی ملنے کا اک بہانا ہے	کسی عاشق کا خون بہانا ہے
لیکے دل صاف کر دیا انکار	اس ڈہٹائی کا کچہ ٹہکانا ہے
تم نہ چہوڑو گے غیر سے ملنا	فرض تمکو مرا جلانا ہے
بزم مین بے نقاب آتے ہین	اس قیامت کا کچہ ٹہکانا ہے
تیری الفت ہے ایک عالم کو	تیرا مشتاق اک زمانا ہے
بنے سنورے جو آج بیٹہے ہو	کیا کہین میہمان جانا ہے
ایک دم مین ہمارے ہونگے وہ	ڈیڑا انجہر فقط پڑہانا ہے

کیون نہ مضطر قبولِ عالم ہو
ہر غزل تیری عاشقانہ ہے

الفتِ زلف نے کسدرجہ ستا رکھا ہے
اچھّا خاصہ مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے

میرے نالون نے غضب اوریہ ڈہا رکھا ہی
کہ مرے سر پہ خدائی کو اُٹھا رکھا ہے

عشق مین اوس بُتِ کمسن کے ہے یہ حال ہوا
خاک مین اپنی جوانی کو ملا رکھا ہے

میرے دلمین بہی مری جان رہا کرتے ہو
سامنے آنکھون کے نقشہ بہی جما رکھا ہے

دین و دنیا کا ذرا ہوش نہین ہے ہمکو
عشق کمبخت نے یہ حال بنا رکھا ہے

مثل پروانے کے عاشق کو ترے مدت سے
شمع رو آتشِ ہجران نے جلا رکھا ہے

چھوڑ دو حضرتِ دل عالمِ ہستی کا خیال
چندروزہ ہے یہ سب سو چلو کیا رکھا ہے

کیا غضب ہے کہ ترے دل پہ نہین کچھ بہی اثر
عرش تک آہ نے مضطر کی ہلا رکھا ہے

چھید ڈالے جو جگر کو تیر سے
آرزو کیا اوس بُتِ بے پیر سے

ابرو مژگان دکھا کر یار نے
تیر سے مارا کبھی شمشیر سے

عشق مین عزت کا ہی رکھ نہ دھیان کچھ
کام کر اے دل ذرا تدبیر سے

ایک بوسہ لیکے چھوڑونگا ضرور
مل گئے تنہا جو وہ تقدیر سے

پھر کے قاصد آگیا شکرِ خدا — دم مین دم آیا مرے تحریر سے

مین تو زخمی ہون نگاہِ یار کا — مجھکو کب مارا کسی نے تیر سے

دیکھتا ہون خواب مضطر جب خراب
دل کو خوش کرتا ہون مین تعبیر سے

پری رویون سے منہ دیکھی محبت اچھی ہوتی ہے — ہمیشہ دور کی صاحب سلامت اچھی ہوتی ہے

خدا دیتا نہین انسان کو حسنِ ظاہر و باطن — بری ہوتی ہے سیرت جنکی صورت اچھی ہوتی ہے

جہان مین نام کے معشوق ہوتے ہین بہت لیکن — ہزارون مین کوئی ایک آدھ صورت اچھی ہوتی ہے

چمن مین پا بگل ہے سرو اور آزاد ہے قمری — مگر معشوق سے عاشق کی قسمت اچھی ہوتی ہے

تمہارے منہ سے گالی سُنکے دشمن کیون بُرا مانے — نہان ہو جنمین الفت وہ عداوت اچھی ہوتی ہے

سوالِ وصلِ دشمن پر جھکالی آپنے گردن — مگر ایسے ہی موقع پر مروت اچھی ہوتی ہے

مرے پہلو سے لیکر دل کہان پھینکا کدھر کھویا — مسیحا ان کیا امانت مین خیانت اچھی ہوتی ہے

وہ خود اُٹھکر اُٹھا دیتے ہین محفل سے مجھے مضطر
مری خاطر بھی غیرون کی بدولت اچھی ہوتی ہے

نہین کچھ لطف کہنے سے اگر وہ دلربا سمجھے — مزہ جب ہے کہ صورت سے ہمارا مدعا سمجھے

تمہین انصاف سے کہدو کبھی کہنا کیا میرا — تمہاری حیلہ سازی کو بھی ہم ابتک بجا سمجھے

زمانہ سے نرالا ڈہنگ ہے اوس بت کی چاہت کا
وفا کو وہ جفا سمجہا جفا کو ہم وفا سمجہے

مین سمجہا تہا کہ برسون تک تہو گی میری شنوائی
خدا کی شان دیکہو بے کہے وہ مدعا سمجہے

بہت اچہا ہوا سنتے ہی صاف انکار کر بیٹہے
عدو کی آرزو تہی وہ ہمارا مدعا سمجہے

ہزاروں ظلم کر کے بہولے بہالے ہو گئے ایسے
اگر دیکہے کوئی اونکو تو بیشک بیخطا سمجہے

نہ پاس خاندان مطلق نہ دنیا کی حیا ہے کچہ
تمہاری عشق بازی سے میان مضطر خدا سمجہے

رکے دل کا ہم مدعا کہتے کہتے
وہ چپ ہو گئے جانے کیا کہتے کہتے

پیامی کے گوش و زبان تہک گئے ہین
مری سنتے سنتے بجا کہتے کہتے

الہی یہ محشر مین کیا ماجرا ہے
زبان رک گئی مدعا کہتے کہتے

تصور مین کیا غیر آیا کہ مجہکو
برا کہہ اٹہے وہ بہلا کہتے کہتے

دوائے مریض محبت یہی ہے
نکل جائے دم ماجرا کہتے کہتے

زبان رک گئی حرف مطلب پر آکر
الہی یہ کیا ہو گیا کہتے کہتے

اونہین قصۂ غم سنایا تو ہوتا
جو مضطر تجہے وہ برا کہتے کہتے

بے نقاب آج اگر تو بت یکتا ہو جائے
تو خدائی کی خدائی تری شیدا ہو جائے

کونسی شکل ہے جس سے وہ بُتِ ہرجائی
چھوڑ کر سارے زمانے کو ہمارا ہو جائے

روز کے صدمے اُٹھانے سے تو ملجائے نجات
جان جاتی رہی کمبخت تو اچھا ہو جائے

ہوتے رہتے ہین یہان اوسکے ہزارون پھیرے
دل یہی کہتا ہے پہر ایک دو بارا ہو جائے

آپ غیرون سے ملین اور ہین خاموش رہون
مجھکو کسطرح مریجان گوارا ہو جائے

رازِ دل کہہ تو دیا اوسنے مگر یہ ڈر ہے
بات مین بات کوئی اور نہ پیدا ہو جائے

لاکھ سوچا کرو تدبیر مگر حضرتِ دل
یہ تو ممکن ہی نہین آپ کا چاہا ہو جائے

مجھکو یہ فکر ہے گر اوسنے نہ کچھ عرض کیا
اپنے ہاتھون نہ کہین خونِ تمنا ہو جائے

کیون قیامت پہ اُٹھا رکھتے ہو کل کا وعدہ
آج ہی کیون نہ یہ طے روز کا جھگڑا ہو جائے

کیون بگڑتے ہو مریجان اگر مضطر نے
بدنظر سے تمہین گھورا ہو تو اندھا ہو جائے

چلدیا چھوڑ کے تنہا دلِ ناکام مجھے
اور کیا دیکھئے آئے نظر انجام مجھے

رات بھر ہجر مین دیتے رہے ہم تسکین
دلِ ناکام کو مین اور دلِ ناکام مجھے

وہ جھٹک کے ملین اُٹھی ہے کہ الٰہی توبہ
غیر ممکن ہے اب اِس درد سے آرام مجھے

عمر گذری کہ ہوا قطعِ تعلق اون سے
لوگ بے فائدہ اب کرتے ہین بدنام مجھے

گیسوؤ رُخ کا ترے دھیان بندھا رہتا ہے
شام سے تا بہ سحر صبح سے تا شام مجھے

اُف بھی گر مُنہ سے نکالوں تو زبان کٹ جائے / کوسنے دیجئے یا دیجئے دشنام مجھے

بیخودِ عشق ہو نہین بادہ کشی سے کیا کام / لوگ سمجھے ہین عبث رندِ مے آشام مجھے

چرچے ہوتے ہین مرے اہل وفا مین مضطر
ہو کے گمنام ملا عشق مین کیا نام مجھے

مہ و مہر مین بھی یہ جلوہ نہین ہے / خدا کی قسم کوئی تم سا نہین ہے

مری جان اب ظلم زیبا نہین ہے / ستم پر ستم ہو یہ اچھا نہین ہے

شبِ وصل بھی میری قسمت تو دیکھو / وہ بگڑا ہے ایسا کہ تھمتا نہین ہے

نگاہوں مین تم ہو تصور مین تم ہو / چلے آؤ کچھ ہم سے پردا نہین ہے

مرے دل کا سودا ہو کسطرح اون سے / وہ کہتے ہین یہ مال اچھا نہین ہے

مریضِ الم کی عیادت کو جاؤ / لبون پر ہے دم حال اچھا نہین ہے

مرے دل کو پامال کرتا ہے ظالم / خدا کے غضب سے بھی ڈرتا نہین ہے

کل آنے کو مین نے کہا تو وہ بولے / تقاضا تمہارا یہ اچھا نہین ہے

عدو کی محبت پہ اترا رہے ہو
ابھی تم نے مضطر کو دیکھا نہین ہے

دیکھ اُٹھائیگا تو نقصان کہان جاتا ہے / دلِ بیتاب کہا مان کہان جاتا ہے

رات باقی ہے ذرا ٹھیر ذرا تو دم لے
صبح ہونے دے مری جان کہان جاتا ہی

دیکھکر میرے جنازہ کو وہ ہنس کر بولے
گور سے جان نہ پہچان کہان جاتا ہے

سچ تو کہ جانِ جہان ہمسے کہ قاصد تیرا
روز لیکر ترے فرمان کہان جاتا ہے

کیون مری جان پہ ڈہاتا ہے غضب ای ظالم
آکے تو گہر مرے مہمان کہان جاتا ہے

ساتہ ہے اِسکا مرا جائیگا مرقد مین یہ ساتہ
میرے دل سے مرا ارمان کہا جاتا ہے

ہین تصدق مرا گہر بار تصدق تجہہ پر
بات تو سُن مرے مہمان کہان جاتا ہے

وصل کے بعد اُنہین چہوڑ دون کیونکر مضطر
لاکہ ہون ظلم وہ احسان کہان جاتا ہے

مرا حال بندہ پرور کوئی میرے جی سے پوچھے
جو گذر رہی ہے مجہپر کوئی میرے جی سے پوچھے

ہوا جب سے مجہکو سودا تری زلفِ عنبرین کا
ہے وہ حال میرا ابتر کوئی میرے جی سے پوچھے

ترے رنج اور الم کی ترے ظلم اور ستم کی
جو عنائتین ہین مجہپر کوئی میرے جی سے پوچھے

شبِ وعدہ وہ ستمگر نہین آیا تو مرے گہر
وہ بپا رہا ہے محشر کوئی میرے جی سے پوچھے

تجہے کسطرح بتادون کہ مین کیون اٹہا رہا ہون
یہ ستم ترے ستمگر کوئی میرے جی سے پوچھے

ترے ناوکِ ادا نے جو لگائے ہین نشانے
میری جان میرے دلبر کوئی میری جی سے پوچھے

کہا اُسنے نحن واقرب کہون کیا مین اِسکا مطلب
جو عیان ہی میرے دلبر کوئی میری جی سے پوچھے

ہوا کسکا چاک سینہ ہوا جس سے بار جینا — لگا کسکے اب یہ خنجر کوئی میرے جی سے پوچھے

تجھے کیا خبر ہے ہمدم نہین دیکھی آفتِ غم
مین ہمیشہ ہون جو مضطر کوئی میرے جی سے پوچھے

جدا کیا ہوئے مجھسے تم میرے پیارے — فنا ہو گئے دل کے ارمان سارے
ہر اک جا پہ ڈھونڈا نشان تک نہ پایا — کہان چھپ رہا جا کے اے میرے پیارے
ہوئے کیا نہ تھے عہد و اقرار باہم — ہمارے تمہارے تمہارے ہمارے
ہمین زندہ در گور بس کر گئے ہین — وہ کیا مجھسے ناراض ہو کر سدھارے
ہماری محبت کا تھا اونکو دعویٰ — جدا ہو کے دشمن بنے اب ہمارے
بچھڑے خدا کے لئے کوئی ہمکو — فلک کے ستائے ہین آفت کے مارے
چھٹا ہے وہ جس روز سے ماہ کامل — شبین کاٹتے ہم ہین گن گن کے تارے
وہ غیرونکا دل شاد کرتے ہین مل کر — پھرین ہجر مین جنکے ہم مارے مارے
بت مہر طلعت کے جانے سے واللہ — ملے خاک مین سب مزے اب ہمارے
پھر اوس آنکھ مین کوئی کیونکر سمائے — کہ جس نے کئے ہون نظارے تمہارے

بس اب ابتلا رنج مین رہیئے مضطر
بہت عشرت و عیش مین دن گذارے

آہ بھی بے اثر نہ ہو جائے
سُنکے وہ بے خبر نہ ہو جائے

ہاتھ کا بوجھ دیر سے ہو تم
کہین دوپہری کمر نہ ہو جائے

جب وہ دعوی کرے خدائی کا
سجدہ گہ اوسکا در نہ ہو جائے

آدمی کام کا نہین رہتا
عشق کا دردِ سر نہ ہو جائے

اونکو اغیار جبکہ عطر ملین
عین محفل مین شر نہ ہو جائے

جسطرف کو تری نگاہ پہرے
ساری دنیا اودہر نہ ہو جائے

اپنی آنکہین نکال ڈالون مین
تمکو میری نظر نہ ہو جائے

شام سے وہ یہ کہتے ہین مضطر
ہمکو ڈر ہے سحر نہ ہو جائے

آج مہندی وہ لگاتے ہین لگانے دیجے
خونِ عُشاق بہاتے ہین بہانے دیجے

یاد آتا ہے شبِ وصل یہ کہنا اون کا
دن نکل آیا خدا کیلئے جانے دیجے

میرے آنسو کی جھڑی دیکھکے وہ ہنستے ہین
بجلیان دل پہ گراتے ہین گرانے دیجے

دیکھکر خون اوتر آتا ہے آنکہون مین مری
سامنے غیر کو واللہ نہ آنے دیجے

سب سُنا دونگا شبِ ہجر کا قصہ تمکو
پہلے قابو مین مرے دلکو تو نہ آنے دیجے

اونکا یہ کام ہے پہر اونسے شکایت کیا ہی
لیکے دل آنکھ چراتے ہین چُرانے دیجے

نوجوانی نہ نے مری حضرت واعظ مجھکو — دختر رز کا مزہ کچھ تو اوڑانے دیجے

ضبط مانع ہے تو اُف منہ سے نہ کیجے مضطر
چاہے جتنا وہ ستائیں تو ستانے دیجے

کہان جاتا ہے ظالم دیکھہ ہوتا جا ادہر پہلے — خدارا ڈالتا جا ہم غریبون پر نظر پہلے

مرا کیا امتحان منظور ہے رشک قمر پہلے — جو یون کرتے ہو تم دلکو مرے زیر و زبر پہلے

اناڑی کی طرح کیون ذبح کرنے مجھکو بیٹھے ہو — چڑھالو آستینین اور باندھو تم کمر پہلے

شکایت ظلم ناحق کی قیامت تک نہو مجھکو — جو مجھپے آئے آفت مجمع اغیار پر پہلے

اجل کا کچھ نہ قابو چلسکے بیمار ہجران پر — مسیحا بنکے وہ دلدار آجائے اگر پہلے

مہینون بھی خبر لیتے نہین اب تو غریبون کی — یہی کیا مہربان تہی آپکی ہم پر نظر پہلے

جسے منظور ہو قرب خدا گلزار عالم مین — ملادے خاک مین ہستی کو اپنی وہ بشر پہلے

نہ لیتا نام تک بہی عشق کا بہولے سے مین ہرگز — کوئی آگاہ کر دیتا مجھے اِس سے اگر پہلے

ہماری ہمسری تو وہ کریگا عشق مین مضطر
بنا لیگا اگر فولاد کا اپنا جگر پہلے

کیا کہون دل مجھے آفت مین پہنسانیوالے — سمجھے اللہ تجھے آگ لگانیوالے

توسلامت رہے اےجان جلانے والے — تجھپہ سوجان سے قربان ہون آنیوالے

حالِ فرقت جو کہا مینے تو ہنسکر بولے
چلکے تو آج دل زار نظارا کر لے

ہین تجھے جانتا ہون باتین بنانیوالے
بام پر بیٹھے ہین وہ جلوہ دکھانے والے

اوس نے دیکھا مجھے آتے تو سرِ بزم کہا
دیکھو وہ آئے مرے ناز اُٹھانیوالے

مجھکو بربادی کا اپنی نہین مطلق بھی خیال
چین سے تو رہے اے میرے ستانیوالے

کرنے جاؤ نہ ابھی فیصلہ لگتے ہاتھون
ہاتھہ او چھاری گردن پہ لگانیوالے

وصل مین مینے جو چھیڑا تو بگڑ کر بولے
ہاتھہ ٹوٹین ترے اے ہاتھہ لگانیوالے

دوستی بھولکے کرنا نہ کسی سے مضطرؔ
اِس زمانے کے ہین سب کہانے اڑانیوالے

نظرون نظرون مین اشارے ہوچکے
آج جی بھر کر نظارے ہوچکے

چاہے سمجھو یا نہ سمجھو اے صنم
اپنے دلسے ہم تمہارے ہوچکے

رنجشین دونونکے دلسے مٹگئین
فیصلے اونکے ہمارے ہوچکے

میرا کہنا بھی کوئی منظور ہو
آپکے کہنے تو سارے ہوچکے

سُنکے شکوے وہ مرے بولے کہ ہم
آج سے مضطرؔ تمہارے ہوچکے

نکلین دلکے مرے ارمان بڑی مشکل ہے
آئین وہ گھر مرے مہمان بڑی مشکل ہے

وہ جو برسون رہے ہمراز ہمارے۔ وہی آج
دیکھکر بن گئے انجان بڑی مشکل ہے

غیر ممکن ہے دہان تنگ تو رسائی اے دل
باز آ میرا کہا مان بڑی مشکل ہے

آمد آمد کی خبر آج ہے اونکی اے دل
کچھہ مہیا نہین سامان بڑی مشکل ہے

خنجرِ ناز سے امیدِ شہادت تو بہ
ہو یہہ مشکل مری آسان بڑی مشکل ہے

ایک بوسہ ہی ہمین دیکے دکھا دو پہلے
جان دینی تو مری جان بڑی مشکل ہے

مبتلا فکرِ معیشت مین ہے جب تو مضطر
ہو مرتب ترا دیوان بڑی مشکل ہے

وصل مین آکے مُخل ہو یہہ جگہ کسکا ہے
چلو خلوت مین مری جان خطر کسکا ہے

قتل سے میرے تم اب ہاتھہ عبث روکتے ہو
جب مین بردہ ہون تمہارا تمہین ڈر کسکا ہے

غیر سوئے کے سُنا جائے مین اُف تک نہ کرون
تمہین انصاف سے کہدو یہہ جگر کسکا ہے

آگئی رات بہت جائے اسوقت نہ آپ
یہین فرمائیے آرام یہ گھر کس کا ہے

غیر کی آپ حمایت یہ سمجھکر لیجے
چھیڑ کس کی ہے خطا کسکی ہے شر کسکا ہے

مجھے منظور ہے ملنا کہ عدو سے تم کو۔
صاف کہدو تمہین اسبات مین ڈر کسکا ہے

مسجد و دیر و کلیسا ہی مین رہتا ہے جو تو
تو دل و دیدۂ مضطر مین گذر کسکا ہے

ہین تیرے ہی فدائی آوان بان والے ۔ سب اِس جہان والے سب اوس جہان والے

ہمکو نہ چھیڑو اب تم ۔ یہہ بات پہر ادا سے ۔ اکبار اور کہدے شیرین زبان والے

مین خوب جانتا ہون اے عشق تیری چالین ۔ بے گہر کیئے ہین تونے لاکہون مکان والے

اے مرغِ دل نہ جانا گہر سے نکلکے باہر ۔ ناوک لیئے ہوئے ہین ہر سو کمان والے

انصاف کہہ رہا ہے تہذیب اور ادب مین

غالب ہین سب پہ مضطر ہندوستان والے

وہ ہمراہ مضطر کے چلتے ہوئے ۔ عدو رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

ہین واللہ وہ ایک چلتے ہوئے ۔ چورا اگر مرے دلکو چلتے ہوئے

اگر راہ مین ملگئے بہی تو کیا ۔ وہ فقرہ مجہے دیگے چلتے ہوئے

بجہا دو اِسے چشمۂ لطف سے ۔ زمانہ ہوا دل کو جلتے ہوئے

اندہیرے مین جاتے ہین غیر و گہر ۔ جو ڈرتے تہے گہر سے نکلتے ہوئے

قطعہ

مزارِ غریبان پہ مدّت کے بعد ۔ چلے آئے وہ جو ٹہلتے ہوئے

تو یہ لوح پر لکہہ گئے طعن سے ۔ ہمین چھوڑ کے آپ چلتے ہوئے

تصورِ شب ہجر کا آگیا
شب وصل دیکھی جو ڈھلتے ہوئے

جو کرتے نہ تھے چار آنکھین کبھی
وہ اب چھیڑ کرتے ہین چلتے ہوئے

شب ہجر کی آج گرمی سے آہ
رہے کروٹین ہم بدلتے ہوئے

رہِ عشق بھی واہ کیا راہ ہے
نہ گرتے کو دیکھا سنبھلتے ہوئے

وہ حسرت سے منہ اون کا تکتا رہا
وہ دل لیکے مضطر کا چلتے ہوئے

الٰہی تیری ہی رحمت کی جب نگاہ رہے
تو کیون نہ پاک مرا دفترِ گناہ رہے

نہ آئے رحم بتون کو کبھی خدا کی قسم
ہزار عشق مین اون کے کوئی تباہ رہے

وہ ظلم کرکے مکر جاتے ہین کچھ نہین پروا
زمین گواہ رہے آسمان گواہ رہے

کبھی ہوا نہ ذرا اعتبار حضرت کا
جناب دل بہت اوس بت کے خیر خواہ رہے

نہین ہے فرق غریب و امیر کا ایدل
پسِ فنا نہ شمارِ گدا و شاہ رہے

وہ کامیاب زلیخا کیطرح وصل مین ہو
جسے نہ عشق مین پروائے عز و جاہ رہے

دعائین کرتا ہے سر جھکے طاقِ ابرو مین
پئے نماز سلامت یہ سجدہ گاہ رہے

مزا ملیگا دمِ حشر خونِ ناحق کا
زبانِ تیغِ ستمگر مری گواہ رہے

جگر کو تھام کے بیٹھو ہزار اے مضطر

مگر نہین ہے یہ ممکن کہ ضبط آہ رہے

مانا وہ مرے قتل کو صمصام نہ لیتے　　ابرو کے اشارے سے ہی کیا کام نہ لیتے

گر جذبۂ الفت مری تاثیر دکھاتی　　بے میرے وہ اک لحظہ بھی آرام نہ لیتے

اُٹھنا مرا محفل سے اگر شاق گذرتا　　وہ روک نہ لیتے مجھے وہ تھام نہ لیتے

آہون سے مری ٹوٹ کے گر پڑتا زمین پر　　گردون کو فرشتے جو کبھی تھام نہ لیتے

ان ذلتون کی ہمکو خبر ہوتی تو مضطر
بھولے سے کبھی عشق کا ہم نام نہ لیتے

دام مین رو رو کے بلبل کی یہی فریاد ہے　　نوچ کر صیاد پر کہتا ہے جا آزاد ہے

میرے اِس کہنے پہ کیا میرے لئے ارشاد ہے　　مسکرا کر سر جھکا لینا کسی کا یاد ہے

نذر تیرے سر مرا اور خنجر فولاد ہے　　کر دے سر تن سے جدا اب دیر کیا جلاد ہے

اِن حسینون کے تصدق عشق کر قربان ہین　　حسرت و ارمانکا دلمین شہر اک آباد ہے

ہمسے ہو قطع تعلق غیر سے ہو ربط ضبط　　ہمپہ یہ بیداد گر بیداد پر بیداد ہے

قتل کیا دولہا بنایا مجھکو رنگین کر دیا　　اوسپہ مین سو جان سے قربان کیا مرا جلاد ہے

غیر کے ہمراہ آ آ کر وہ ٹھکراتے ہین قبر　　بعد مرجانیکے بھی مٹی مری برباد ہے

گھیر رکھا ہے بتون کے رنج اور غم نے مجھے　　یا خدا تجھسے مری فریاد ہے فریاد ہے

میرے افسانے کے آگے لیلے شیرین ادا
داستان کیا قیس کی کیا قصہ فرہاد ہے

جیتے جی کیا بعد مرنے کے بہی ای ہمدم رقیب
ساتھ اونکے دفن ہوگا انکا وہ ہمزاد ہے

اے جنون کیون کہینچتا ہے سوئے صحرا تو مجھے
اب جلیسو نمین مرے مجنون نہ وان فرہاد ہے

آہ مجھکو دیکھکر وہ میرے دشمن سے کہین
جسکو ہم پیارے ہین پیارے یہ وہی ناشاد ہے

واہ کیا تقدیر والے ہین جہان مین وہ بشر
عمر بہر رہنے کو جنکے شہ جہان آباد ہے

حضرت ناصح کی اوسکی آج تو اچھی چھنی
وہ تو منہ چھٹ ہین مگر مضطر بہی اک آزاد ہے

اتنا یہ بدنصیب لگا ہونمین خوار ہے
کلمہ کلام بہی تو انھین ناگوار ہے

شکوے کے بعد ہمکو تو رنجش نہین رہی
دلمین مگر تمہارے ابھی تک غبار ہے

اپنی وہان رسائی بہی ہوتی ہے یا نہین
ہر دم یہی ہے فکر یہی انتشار ہے

اللہ کا نہ خوف نہ اپنی زبان کا پاس
قول و قسم کا آپکی کیا اعتبار ہے

تا حشر ہوگی کسطرح اپنی بسر وہان
مرقد مین دوست ہے نہ کوئی غمگسار ہے

دنیا مین جس شریف کو اسوقت دیکھیے
محتاج ہے۔ ذلیل ہے۔ بے روزگار ہے

آغوش مین نہین مرے جب سے وہ ماہرو
رنج و غم و ملال مرا ہمکنار ہے

امت مین مصطفٰے کے جو پیدا کیا ہمین

مضطر بہہ خاص رحمتِ پروردگار ہے

دلمین خیالِ ابروئے خمدار یار ہے
اُتری ہوئی کلیجے مین اک ذوالفقار ہے

کہتے ہین گل یہ چاک گریبان کئے ہوئے
صحنِ چمن مین آمدِ فصلِ بہار ہے

گن گن کے قتل کرتا ہے ہر ایک کو وہ ترک
ہر روز اوسکے کوچہ مین روزِ شمار ہے

قطعہ

تشبیہ کس سے گیسوئے جانان کو دیجئے
خوشبو یہ جسکی عنبرِ اشہب نثار ہے

شرمندہ سنبل عطر خجل مشک منفعل
بے قدر بوئے نافۂ مشکِ تتار ہے

مضطر خوشی خوشی کی نہ کچہ رنج رنج کا
راضی ہوں جو مشیت پروردگار ہے

خود مسیحا بر سرِ بیداد ہے
اے اجل فریاد ہے فریاد ہے

جسکے دلمین ایک تیری یاد ہے
دونون عالم سے وہی آزاد ہے

میری چالین اور پہر میرے ہی ساتہ
یہ بہی کچہ ایجاد مین ایجاد ہے

بے خودی نے دو جہان سے کہو دیا
فکرِ دنیا ہے نہ عقبیٰ یاد ہے

ہر خلش کے ساتہ دل ہوتا ہے خون
خارِ غم بہی نشترِ فصاد ہے

سُننے والا کوئی تو مل جائے گا
دوست دشمن سے تری فریاد ہے

بے نشانونکا نشان مٹتا نہین — مین نہین محفل مین میری یاد ہے
عاشقی مین دل کی غیرت اوٹھگئی — دشمنون سے طالبِ امداد ہے

مین کہان مُضطرؔ - کہان لطفِ سُخن
پیروییٔ حضرتِ اوستاد ہے

انجسم ہین ماندہ یار کے خالونکے سامنے — بے نور آفتاب ہے گالونکے سامنے
پیرِ فلک تو کیا ہے جہنسم بہی ہو اگر — جل بھُن کے خاک ہو مرے نالونکے سامنے
دیکہا تہو نمین شانِ خدا کا ظہور کیا — بُت بن کے رہگیا مین سوالونکے سامنے
جب فخرِ انبیا نے پسند اوسکو کرلیا — کمل کو مرتبہ ہے دوشالون کے سامنے

بزمِ عدو مین ہم گئے مُضطرؔ تو یون گئے
جسطرح شیر پہنچا غزالون کے سامنے

عاشق ہین ہم دورنگیٔ چشمِ نگار کے — کیونکر پسند رنگ ہُون لیل ونہار کے
تہذیب کے ادب کے محبت کے پیار کے — عاشق اگر ہین ہم تو نہین تین چار کے
ڈر ہے لچک نہ جائے یہ موئے کمر کہین — للہ آپ چلیئے نہ سینہ ابھار کے
اِس دام مین پہنسانا ہے اب کِسکا مرغِ دل — بیٹھے ہوئے ہین آپ جو زلفین سنوار کے
مٹہ بہیڑ ہے جب ہوئی میدانِ عشق مین — بہاگا نہ اریار عدو بازی ہار کے

قدرت نے خاص حسن جب انکو عطا کیا
محتاج وہ نہین ہین بناو سنگار کے

میری تو یہہ دعا ہے الٰہی کوئی بشر
قابو مین ہو نہ اس دل بے اختیار کے

اُنکے غبارِ دل کا نہین ہمکو کچھہ خیال
ہم خود بنے ہوئے ہین سراپا غبار کے

مین لا سکا نہ اونکو نہ وہ آ سکے یہان
اب کے بہی دن گذر گئے یون ہی بہار کے

کس بات پر غرور ہو کس بات پر دماغ
گہر مین تو خاک بہی نہین مجہہ خاکسار کے

کل میکدہ مین شیخ نے اک جام کے عوض
دستار اپنی نذر کی سر سے اُتار کے

فرصت ہی جب نہین ہے تو کیا لکہین ہم غزل
راتین ہین راحتون کی تو دن کاروبار کے

جس مدعی کو ناز ہو آئے وہ سامنے
بزمِ سخن مین کہدو یہ مضطر پکار کے

پہر میری طبیعت ہے مکدر کئی دن سے
آنہکو بلا ہے مرے سر پر کئی دن سے

قابو مین نہین ہے دلِ مضطر کئی دن سی
آنکہون سے اُبلتے ہین سمندر کئی دن سے

کیون قبر سے باہر نہو کشتے ترے ظالم
برپا ترے کوچہ مین ہے محشر کئی دن سے

تو شکل دکہا دے مجہے غرفہ سے مری جان
مین گریہ کناں ہون ترے در پر کئی دن سے

کس خبط نے گہیرا ہے ہمین بہی تو بتاو۔
پہرتے ہو جو تم رات کو مضطر کئی دن سے

ہے میرمجان لینے کا ارمان نکالئے
موجود ہون مین خنجرِ بران نکالئے

حسرت نکالئے کوئی ارمان نکالئے
عاشق کو یون نہ اے شہِ خوبان نکالئے

دلکو نہین قرار محبت مین ہے خلش
تلوؤن سے خاک خارِ مغیلان نکالئے

ہنس ہنس کے اون سے کہتے ہین یہ میر زخمِ دل
کرنی ہے دل لگی تو نمکدان نکالئے

ارمانِ وصل مین کوئی مرجائے یا جئے
لیکن نہ آپ منہ سے کبھی ہان نکالئے

جلجائے جس سے ساری زمین آسمان سب
اک آہ مین وہ آتشِ سوزان نکالئے

دل چاک ہوگیا ہے محبت نکلجائے
سینہ کو اس کے تارِ گریبان نکالئے

نیچی نظر سے سینہ مین پیکان چپ چھپکے
اتنو نگاہ اٹھائے پیکان نکالئے

ماتم مین ساتھ حسینونکی ہون صفین
عاشق کا جب جنازہ مرمجان نکالئے

مقطع عدو کے دام مین پہنسکر نکلگیا
کہتے ہی یہ کہ اے شہِ جیلان نکالئے

حسینونپہر جو پہر مائل طبیعت ہونیوالی ہی
کوئی کیا اور نازل مجہپہ آفت ہونیوالی ہی

کسی کے حسن کی عالم مین شہرت ہونیوالی ہے
جہان سوز ایفلک اب برقِ آفت ہونیوالی ہے

حیا آنکہونسے تیری یار رخصت ہونیوالی ہی
اثر شوخی کا ہے پیدا شرارت ہونیوالی ہے

سحر سے میرے دلپر ہے جو اک اندہیرسا چہایا
مگر نازل بلائے شامِ فرقت ہونیوالی ہے

ازل سے ساتھ ہی آئی ہے مگر رسا نہ جائیگی
نہین مجھسے جدا کمبخت حسرت ہونیوالی ہے

وفور شوق ہے خلوت ہے گستاخی معاف ہو
دل بیتاب کی کچھ اور نیت ہونیوالی ہے

تصور ہی کہین نکر ہمارے دل مین آجاؤ
تصدق آرزو قربان حسرت ہونیوالی ہے

وہ خوش رفتار ہو کر جلوۂ قامت دکھائینگے
نئے انداز سے برپا قیامت ہونیوالی ہے

چھپانا چاہتے ہین وصل کی شب رخ وہ زلفون مین
عیان صبح وطن مین شام غربت ہونیوالی ہے

عیادت کو مریض غم کی آنا ہے تو آجاؤ
وگرنہ جان شیرین تن سے رخصت ہونیوالی ہے

شرارت کا کسی کی کیا گلہ جوش جوانی مین
ابھی تو اور شوخ اوسکی طبیعت ہونیوالی ہے

نہ پھیر اسطرح خنجر شوخ چشمی سے۔ یہ سن کر کہہ تو
نگہ پھر روبرو اے بیمروت ہونیوالی ہے

غرور حسن ہے وہ بات بھی سیدھی نہین کرتے
ابھی کیا اور ہی کچھ اونکو نخوت ہونیوالی ہے

کیسکی بھولی صورت پر ہوا ہے شیفتہ اے دل
خرابی تیری اے برگشتہ قسمت ہونیوالی ہے

شباب حسن ہے جوبن ترقی پر ہے اوس بت کا
مرے قابو سے باہر اب طبیعت ہونیوالی ہے

دے جاؤ زکوٰۃ حسن بوسہ ہم فقیرون کو
کوئی دن مین ترقی پر یہ دولت ہونیوالی ہے

وصال یار سے مایوس تو اتنا نہ ہو مضطر
امیدین کہتی ہین تجھپر عنایت ہونیوالی ہے

سنی ہمنے سب گفتگو چپکے چپکے
جو کہتا تھا تمسے عدو چپکے چپکے

لگانے جو تمسے عدو چھپکے چھپکے
تو کیونکر نہ روؤن لہو چھپکے چھپکے

ندیکھا تجھے جب دلِ مضطر نے
پہر اُٹھ ڈھونڈتا کو بکو چھپکے چھپکے

پڑا شیخ کو دخترِ رز کا جو چسکا
کیئے پہر تو خالی سبو چھپکے چھپکے

نپایا نشان ہمنے تیری کمر کا-
عدم تک توکی جستجو چھپکے چھپکے

پریشان نئے مضطرِ خستہ اوسے
کہی زلف نے مو بمو چھپکے چھپکے

قلق سے رنج سے غم سے الم سے آہ و زاری سے
شبِ فرقت مری کٹتی ہے کس کس بیقراری سے

نہ آنا تہا نہ آیا حیلہ جو اپنی یہ حالت ہے
کہ بعدِ مرگ بہی آنکہین کہلی ہین انتظاری سے

عزیز و اقربا سب پوچھتے ہین کسپہ شیدا ہے
ہین کچہ بہی کہہ نہین سکتا کسی کی پردہ داری سے

ہماری یہ شبِ فرقت کسی پہلو نہین کٹتی
سُنا کرتے تہے کٹجاتی ہے شب اختر شماری سے

مزے دونو ہمین ملتے رہین جب لطف کچہ آئے
وفا ہو باری باری سے جفا ہو باری باری سے

بنا کر شقیہ سفاک نے مژگان و ابرو کا
کبہی تیرون سے چہیدا اور کبہی مارا کٹاری سے

یہ راہِ عشق ہے وہ راہ جسمین سب برابر ہین
قدم رکہین جنابِ خضر بہی یان ہوشیاری سے

ہمین کرنا پڑا ہے عشق مین کس کس سے یارانہ
فغان سے آہ سے فریاد سے شیون سے زاری سے

کسی لیلے ادا کے عشقمین مجنون نہ بن جانا
ذرا تم کام لینا حضرتِ دل ہوشیاری سے

جناب نوح کے طوفان کا قصہ ہم جو سنتے تھے
وہ اب آنکھون کے آگے ہی وفورِ اشکباری سے

کسی کے نشۂ الفت مین یون سرشار رہتا ہون
کہ جیسے مست ہو جاتا ہے میکش بادہ خواری سے

ابھی مجھپر شریعت کفر کا فتویٰ لگا دیتی
دلِ نادان نے کیا کیا بکدیا بے اختیاری سے

ہماری عقل و دانش تو یہی کہتی ہے اے مضطر
ملا ہے خاک کے پتلے کو رتبہ خاکساری سے

وہ آئے بھی شب وعدہ تو شرم کھائے ہوئے
حیا کے پردہ مین منہ کو رہے چھپائے ہوئے

پسِ وفات ہے جو اوس آفتاب رو کا خیال
چراغ گور کے اپنے ہین جھلملائے ہوئے

شہیدِ تیغ ادا ہین نہ غسل دو ہم کو
کہ اپنے خون مین ہم آپ ہین نہائے ہوئے

فسانۂ غمِ دل کہہ سکے نہ اون کے حضور
تمام عمر رہے ہم زبان دبائے ہوئے

ملا نہ چین کبھی مجھکو نامرادی سے
وہ روٹھ روٹھ گئے وصل مین منائے ہوئے

نکلگیا کوئی وحشی تمہاری مژگان کا
کہ خار دشت مین ہین انگلیان اوٹھائے ہوئے

یہ کس حسین کی الفت نے کردیا بیتاب
کہو تو حضرتِ دل کیون ہو تلملائے ہوئے

ہمارے اوجڑے ہوئے دلمین کب وہ آتے ہین
مکان اونکے لئے ہون سجے سجائے ہوئے

بتو تمہاری تو واللہ کیا حقیقت ہے
خدا کے گھر بھی نہ جائینگے بے بلائے ہوئے

وصال مین بھی نہ نکلیگی دید کی حسرت
حیا سے وہ۔ مین ادب سے ہون سر جھکائے ہوئے

ہوا نہ کوئی خبردار اون کی محفل مین　　ہمارے اونکے اشارے ہوے کنائے ہوے

نہ کیون کلام مین مضطر کے چلبلا پن ہو
کہ ہے فراقِ سخنور سے فیض پائے ہوے

نہین کہلتا نہین کہلتا یہ مقتل ہے کہ محفل ہے　　کوئی مژگان کا زخمی ہے کوئی ابرو کا بسمل ہے

نہین مقتل سے کم کچھ ایسی یہ دنیا کی محفل ہے　　عداوت ہے بہم ایک آدمی کا ایک قاتل ہے

بناوٹ کی حیا چہوڑو شب وعدہ ہی کہل کہیلو　　یہ کیون دہوکے کی ٹٹی بیچ مین ہر وقت حائل ہے

عدو کو دینکے تحفہ مین مرا دل مجھسے وہ بولے　　کہین سے آگیا تھا پاس میرے یہ وہی دل ہے

مرے گہر وصل کی شب ذکر کیون آئے رقیبون کا　　تمہین انصاف سے کہدو یہ خلوت ہی کہ محفل ہے

دلِ نادان سمجہکر سوچکر اسمین قدم رکہنا　　یہ منزل عشق کی ہے یہ بہت دشوار منزل ہی

ستم اب تو نہین کرنیکا یہ کیونکر یقین آئے　　ستم کرنا تو اے ظالم تری عادت مین داخل ہی

بہت مدت ہوئی دل مٹ چکا اب اوسکا رونا کیا　　تمہین کیا اِس سے حاصل ہے مجہے کیا اِس سے حاصل ہے

وفا کیسی جفا کیسی تغافل کیون گلا کس کا　　ترا دل اب ترا دل ہی مرا دل اب مرا دل ہے

وہ یون آنکہین بدل بیٹہے نہ تہا تیل ان تلون گویا　　کہا کیون خالِ عارض کو کہ میری آنکہہ کا تل ہے

الٰہی تو نہ رکہہ مضطر کو مضطر فضل کر اپنا
ترے نزدیک جب وہ آسان ہی جو بات مشکل ہے

اونکے یہ رُخ پر نقاب دیکھیے کبتک رہے
ہمسے یہ شرم و حجاب دیکھیے کبتک رہے

مجھپہ یہ اونکا عتاب دیکھیے کبتک رہے
غیر سے دورِ شراب دیکھیے کبتک رہے

وہ ہین اگر ہٹ دہرم - مین بہی تو ہون ضد کا ایک
ناہمی یہ اجتناب دیکھیے کبتک رہے

دام مین زلفون کے ہے ایک زمانے سے قید
طائرِ دل پر عذاب دیکھیے کبتک رہے

کاکلِ پیچان مین یون شیفتہ و مبتلا
یہ دلِ خانہ خراب دیکھیے کبتک رہے

وصل کی شب ہم بغل ہم سے جو تہا ماہ رو
یاد وہ اب ہمکو خواب دیکھیے کبتک رہے

مضطرِ بیتاب کو فرقتِ محبوب مین
ہجر سے ہے اضطراب دیکھیے کبتک رہے

جلوہ ترے جمال کا ہر انجمن مین ہے
تو روح ہر بدن مین ہے گل ہر چمن مین ہے

فطرت بہری ہوئی ترے اک اک سخن مین ہے
اے چال باز ایک ہی تو اپنے فن مین ہے

ہم جسکو چاہتے ہین وہ ہر انجمن مین ہے
بلبل ہے جسکی شیفتہ وہ گل چمن مین ہے

ہم سختیان اُٹھا کے بہی رکھتے ہین دل وہی
اوس بُت سے پہر ملینگے اگر جان تن مین ہے

ہے تجکو اختیار جلا دے کہ چہوڑ دے
پروانہ ہے نزار جو تری انجمن مین ہے

مجھ ناتوان کی دیکھہ کے میت وہ راہ مین
حیرت سے پوچھتے ہین کہ لاشہ کفن مین ہے

غُربت مین رہ کے مشقِ تصور ہے رات دن
جب آنکھہ بند کی تو یہ بندہ وطن مین ہے

پروانہ وار کیون نہ ہون تجھپر نثار ہم / تو مثلِ شمع جلوہ نما انجمن مین ہے
کیا شعلہ میری آہ کا پہونچا ہے دیکھنا / اک آگ سی لگی ہوئی چرخِ کہن مین ہے
سُنکر سوالِ آپ تو خاموش ہو رہے / دیدیجیے جواب زبان تو دہن مین ہے
اسکو نہ بھول جانا خدا کے لیے کہین / ساقی یہ تشنہ لب بھی تری انجمن مین ہے
اُستادِ داغؔ اور خدائے سخن کہان / باقی اب اک نشان تو اونکا دکن مین ہے
ہو سادگی مین تیری ادا پائی جاتی ہے / شوخی مین ہے کسی کی نہ وہ بانکپن مین ہے
کیا منہ گلون کا ہے جو نہین دل کے داغ پر / کیا شاخِ زعفران کوئی بلبل چمن مین ہے

تصدیق اسکی ہمکو تو مضطرؔ نہین ہوئی
سُنتے تھے قدر اہلِ سخن کی دکن مین ہے

وہ پہلی سی نظر ہمپر کہان ہے / عدو پر آج کل تو مہربان ہے
اکیلا تو مکینِ ہر مکان ہے / زمین تیری ہے تیرا آسمان ہے
وہ مقتل مین کھڑا ہے میرا قاتل / کہ جسکے دوش پر تیر و کمان ہے
شریکِ حال ہے ہر حال مین دل / مرا ہمدرد میرا ہمزبان ہے
تمہارے ظلم سے جو مر گئے ہین / یہی اون بے نشانون کا نشان ہے
کہان مین دوسرے کو جا کے ڈھونڈون / جہان مین دوسرا تجھسا کہان ہے

تمہین جب اوس سے مطلب ہی نہین کچھ
عدو کا نام پہر کیون برزبان ہے

زمانہ تو لبشر کہتا ہے تم کو
ہمارا اور ہی تم پر گمان ہے

بہلا ہم دیکے دل تجہکو دغا دین
یہ تیرا کیا گمان اے بدگمان ہے

ہمارا کوئی حامی ہے نہ ہمدرد
جسے دیکہو اوسی پر مہربان ہے

ہمین جسکی ہے اک مدت سے خواہش
وہ گل بہی باغ مین اے باغبان ہے

اگر نہر سنین ہو جائے پانی
ہمارے درد کی وہ داستان ہے

ابہی خنجر نکالو آزما لو
اگر منظور میرا امتحان ہے

دکہائے جو نشے مین اوسکا جلوا
کوئی ایسی بہی مئے پیر مغان ہے

مریجان آج تم افسردہ کیون ہو
تمہین کیا غم نصیب دشمنان ہے

بتانا جا بجا او جانے والے
کہ یہ ہے نام یہ میرا نشان ہے

غزل اک اور بہی مضطر کہو تم
طبیعت اس زمین مین گر روان ہے

وہ اچہا اور برا سارا جہان ہے
کہ جسپر میریجان تو مہربان ہے

ترا یہ ناتوان وہ ناتوان ہے
کہ اک نالے کا جسکے آسمان ہے

ذرا سی بات کو اک طول دینا
بہلا یہ بہی کوئی طرز بیان ہے

ترستا تھا مین جسکے دیکھنے کو — وہ آج آکر مرے گھر میہمان ہے
عدو چھو ہوگیا قاتل سے سُنکر — کہ کل مقتل مین قتلِ عاشقان ہے
کسی صورت سے اب ٹلتا نہین مین — یہ سر ہے اور تیرا آستان ہے
تمہین مین تو نہین کہتا ہون ظالم — یہ اکثر اور لوگون کا بیان ہے
وہ ہرجائی ہے اے جانِ جہان تو — کہ تیرا شیفتہ سارا جہان ہے
جو آئے منہ مین بکدیتا ہے زاہد — عجب کچھ بے تُکی اِسکی زبان ہے
سنا کر مجھکو وہ ایسے ڈرے ہین — کہ خود اُنکی زبان پر الاَمان ہے
کیا ہے منتخب جس بُت کو ہمنے — بہت ہی خوبصورت نوجوان ہے
حقیقی عشق کا اے زاہدِ خشک — مجازی عشق ہی تو نردبان ہے
جسے چاہو اوسے اپنا بنا لو — تمہین یہ داؤ بچپن سے روان ہے

گُلِ مضمون کھلائین کیون نہ مضطر
بیتہ عرسِ بلبلِ ہندوستان ہے

آج اس روز سے نالہ دلِ ناشاد رہے — مدتون تک فلکِ پیر کو بھی یاد رہے
رشکِ قامت پہ یہ اوس شوخ نے کل حکم دیا — سرو باقی رہے گلشن مین نہ شمشاد رہے
وصل اور ہجر کے قصے پہ وہ بولے مجھسے — دو ہی کلمے تجھے کمبخت فقط یاد رہے

کہکے کچھ اونسے یہ اب سوچ رہا ہون دلمین
کہ خدا خیر کرے کیا مجھے ارشاد رہے

ہوئے پیدا تو ہمین واسطہ دنیسے پڑا
آکے اِس عالم ہستی مین نہ ہم شاد رہے

ہائے افسوس تو اِس رنگ مین مجھسے خوش ہے
نالہ لب پر ہو زبان پر مری فریاد رہے

جتنا جی چاہے ستائے فلکِ پیر مجھے
اِسکا بدلہ بھی ملیگا کبھی - یہ یاد رہے

اب رہا ہوکے کہان جائین ذرا تو ہی بتا
عمر بھر تو تری ہم قید مین صیاد رہے

چین سے جن کو یہان چرخ نے رہنے ندیا
وہی آرام سے جا کر عدم آباد رہے

دوست سے واسطہ رکھا نہ کبھی دشمن سے
ہا بدولت تو ہمیشہ یونہی آزاد رہے

مر گیا کہکے جو اشعار تمہارا مضطر
پڑھ لیا کرنا جو اونمین سے کوئی یاد رہے

اشعار متفرقات

محشر کو روکا چلکے قدم بھر ٹھہر گئے
وہ چال چلنے مین بھی غضب چال کر گئے

رند مضطر سے بنے کبھی زاہد
ایسے ڈھلمل یقین جناب رہے

نظم مین داغ نثر مین آزاد
دونون صاحب یہ لاجواب ہوئے

حیف مضطر کبھی دیکھا نہ ذرا توزِ عروض
اک یہی سب سے بڑا ہے ترے اشعار مین نقص

ضد یہ ہے اب کے اوڑا دو نگا نشانہ دل کا
ہم بھی پہونچے ایک بوسے کے لیئے
چل دلا شوقِ شہادت ہے اگر
دیکھ سکتے نہین ہم رعب سے اونکی جانب
چین دنکو ہے ہمین ہاے نہ شب کو آرام
مال و زر گر نہین رکھتے تو بلا سے مضطر
وہ بولے کوئی بے پردہ نہو بات
خنجرِ نازکی اصلا نہین حاجت اون کو
بھیجے حسین نور کے سانچے مین ڈھال کر
سوزِ غم نے شمع رو سر و چراغان کر دیا
ہمدمو دشوار مجھکو زندگی پھر کیون نہو
گر نہین کام کا ناکارہ ہے واپس کر دین
یہ اثر صاف ہے بلبل کی پریشانی کا کو
کبھی پرسش ہی فقیر دن کی نہین ہوتی ہی
کوئے الفت مین قدم ہم نہین رکھتے مضطر

گو نزاکت سے کمان آپ بنے جاتے ہین
اونکے گھر پایا جو کل میدان صاف
آجکل مقتل کا ہے میدان صاف
ہاے دیدار سے محروم رہے جاتے ہین
عشق کے ہاتون آکہی پڑے مجبور ہین ہم
دولتِ عشقِ محمد سے تو معمور ہین ہم
سمجھتے ہو کہ ہم پردہ نشین ہین
خود گلا کاٹ کے عشاق مرے جاتے ہین
اے حُسنِ آفرین ترے قربان جائیے
اب تو آ صورت دکھا دلکا جلانا چھوڑ دے
یک قلم جب مجھکو وہ صورت دکھانا چھوڑ دے
لیکے دل آپ ہر یکجا پریشان کیون ہین
ورنہ گلزار مین گل چاکِ گریبان کیون ہین
تیرے کوچہ مین صدا دیکے چلے جاتے ہین
بھولے بھٹکے کبھی اوس سمت چلے جاتی ہین

کہا حق نے لولاک جسکی ثنا مین
تمناے دل اپنی برآئے مضطر
بلا لیجیے جلد یثرب مین شاہا
مدینہ مین آجا مدینہ مین آجا
میرے اک اک حرف پر کرتے ہین اوہ اعتراض
ناصحا اب یہی سمجہ جا دیکہہ تو مجہسے نہ اڑ
رسولِ خدا اب مدینہ مین مضطر

گنہ گار امت کا وہ پیشوا ہے
جو احمد کے در پر گذر ہو ہمارا
مرے سر پہ غم کی گہٹا چہا رہی ہے
مرے کان مین یہہ صدا آرہی ہے
ہوگیا ہے ایسا کچہہ اونکا حریفانہ مزاج
خادم رندان ہو نہین رکہتا ہون رندانہ مزاج
کوئی دن مین ہین تجہکو بلوانے والے

رباعیات

بے خوابی شب ہے خواب آنکہو نمین
یا کیف مے شباب ہے آنکہو نمین
ہین اور گمانِ بدنصیب اعدا
جو بات ہے لاجواب ہے آنکہو نمین

ولہ

نادان ہین جو اک شور بپا کرتے ہین
خاموشی دانان پہ ہنسا کرتے ہین
اٹہتی ہین اونہین پہ انگلیان محفل مین

اور ون پہ جو آوازے کسا کرتے ہین

رباعی در واقعات شعرائے ہند وارد حال شہر بمبئی

کہنے کو ناطق و نظامی سب ہین - اپنی ہی زبان سے گرامی سب ہین

جتنے بھی ہین بمبئی مین شاعر مضطر
حق یہ ہے کہ ان دو کے سلامی سب ہین

خمسہ مصنف بر غزل خود

سوئے گردون نظر ہے کام ہے اختر شماری ہے　　ستارے ٹوٹتے رہتے ہین میری اشکباری ہے
غرض پردہ دری سے کچھ نہ مطلب پردہ داری ہے　　فلق سے رنج سے غم سے الم سے آہ وزاری ہے
شب فرقت مری کٹتی ہے کس کس بیقراری ہے

کوئی کہتا ہے حیران ہو کے شائید اسکو سکتا ہے　　کسیکا یہ گمان زلف حبیبہ کا اسکو سودا ہے
کسیکو وہم یہ اسرار ہے پریونکا سایہ ہے　　غرض دواقربا سب پوچھتے ہین کسپہ شیدا ہے
مین کچھ بھی کہہ نہین سکتا کسی کی پردہ داری ہے

تصور کسطرح بدلے طبیعت جب نہین ٹلتی　　جھپکتی ہے پلک اپنی نہ در سے آنکھہ ہے ہٹتی

اجل ابھی تو نہین آئی مصیبت کسطرح گھٹتی	ہماری یہ شب فرقت کسی پہلو نہین کٹتی

سنا کرتے تھے کٹجاتی ہے شب اختر شماری سے

سکون اقرار سے ہو تو کبھی انکار تڑپائے	کبھی شوخی ہو وہ جس سے حیا آنکھون مین شرمائے
ادا سے پیار ہو پیدا نظر تلوار برسائے	مزے دونون جہین ملتے رہین جبتک لطف کچھ آئے

وفا ہو باری باری سے جفا ہو باری باری سے

نہ دیوانہ بنایا اوسنے مجکو چشم جادو کا	نہ سودائی بنایا حلقۂ پر پیچ گیسو کا
گلہ کس سے کرون مین آہ اوس ترک جفاجو کا	بنا کر شیفتہ سفاک نے مژگان و ابرو کا

کبھی تیر دل سے چھیدا اور کبھی مارا کٹاری سے

خیال قامت سو دن مین موت آئی قیامت ہے	وصال اپنا ہوا لیکن وہی اندوہ فرقت ہے
شب وعدہ جو نقشہ تھا مرا اب بھی وہ صورت ہے	نہ آنا تھا نہ آیا حیلہ جو اپنی یہ حالت ہے

کہ بعد مرگ بھی آنکھین کھلی ہین انتظاری سے

زمانہ کے بلند و پست اسکے ہر قدم پر ہین	کہین کوسون بیابان ہے کہین پتھر ہی پتھر ہین
مثال راہ گم کردہ ہین اسمین جتنے رہبر ہین	یہ راہ عشق ہے وہ راہ جسمین سب برابر ہین

قدم رکھین جناب خضر بھی یان ہوشیاری سے

بنایا جب سے شمع حسن نے ہمشکل پروانہ	بنا ہے روکش میدان محشر اپنا غم خانہ

محبت نے اٹھا دی سب تمیزِ خویش و بیگانہ　　ہمین کرنا پڑا ہے عشقمین کس کس سے یارانہ

فغان سے آہ سے فریاد سے شیون سے زاری سے

کسیکے گیسوئے پُر پیچ کے مفتون نہ بنجانا　　لڑا کر آنکھ اک دن دیدۂ پُرخون نہ بنجانا

خدارا رہ نوردِ منزلِ ہامون نہ بنجانا　　کسی لیلےٰ ادا کے عشقمین مجنون نہ بنجانا

ذرا تم کام لینا حضرتِ دل ہوشیاری سے

ہوئے تھے یہ زمین و آسمان باہم جو سُنتے تھے　　کبھی افسانۂ بربادئ عالم جو سُنتے تھے

بہانِ جوشِ سیلِ دیدۂ پُرنم جو سُنتے تھے　　جنابِ نوح کے طوفان کا قصہ ہم جو سُنتے تھے

وہ اب آنکھونکے آگے ہے وفورِ اشکباری سے

نہ مین بدمست رہتا ہون نہ مین ہشیار رہتا ہون　　نہ ظاہر ہین مقیمِ خانۂ خمار رہتا ہون

مگر ہر حال مین ساقی کا اپنے یار رہتا ہون　　کسیکے نشۂ الفت مین یون سرشار رہتا ہون

کہ جیسے مست ہو جاتا ہے میکش بادہ خواری سے

مثالِ حضرتِ منصور ابھی سولی چڑھا دیتی　　گلے پر صورتِ سرمد ابھی خنجر پھرا دیتی

برنگِ شمس ابھی تو کھال کھچوا کے سزا دیتی　　ابھی مجھپہ شریعت کفر کا فتوی لگا دیتی

دلِ نادان نے کیا کیا بکدیا بے اختیاری سے

بشر کا رتبہ ایسا ہے فرشتے بھی نہین ہمسر　　بنایا ہے اسے مخلوق مین خالق نے اشرف تر

گمر کسکی بدولت یہ ہوا شرف - ہوا کیونکر ہماری عقل و دانش تو یہی کہتی ہی آمضطر

ملا ہے خاک کے پتلے کو رتبہ خاکساری سے

قصیدہ شکریہ طبع دیوان درشان فیض نشان جناب معلی القاب مولانا مولوی صوفی حاجی محمد عبدالرحیم صاحب مختار پالونجہ و جناب مولانا مولوی صوفی حاجی محمد خواجہ ابراہیم صاحب رئیس اعظم دام اقبالہ

ہے جہان مین آمدِ فصلِ بہار کوہ و صحرا بنگئے ہین لالہ زار

قوّتِ نامیہ کا وہ جوش ہے آسمان ریس ہے زمین سبزہ زار

ہر روش پر گل کہلاتی ہے نسیم بن گیا ہر تختہ دامانِ بہار

پڑرہی ہین نہنّی نہنّی بوندیان گررہی ہے ہلکی ہلکی سی پہوار

اپنے جامے سے ہین باہر سروجُو جہومتے ہین شکلِ مستانِ بہار

غنچہ و گل ہین چمن مین صف بصف قمری و بلبل قطار اندر قطار

ابرِ رحمت چھا رہا ہے جا بجا ۔ مست و بیخود ہو رہے ہین بادہ خوار
ساقیٔ بدمست کا کیا پوچھنا ۔ اپنے جامے مین نہین ہے اسکے بار
حضرتِ زاہد کی توبہ کا ہے قُل ۔ ہر طرف ہے میکدے مین یہ پکار
کرکے واعظ بیعتِ پیرِ مغان ۔ مغ بچون کا آج کرتے ہین سنگار
دخترِ رز کی شیخ سے شادی ہو آج ۔ شادیانے بج رہے ہین بے شمار
عام ہے اب دعوتِ دستِ سبو ۔ پھر رہا ہے ساقیٔ گلگون عذار
میکشون کی خوب بن آئی ہے آج ۔ مُدتون مین دلسے نکلا ہے غبار
کوئی بے پر کی اڑاتا ہے کہین ۔ چھیڑتا ہے کوئی مستانہ ملہار
دیکھکر یہ سیرِ دلکش یک بیک ۔ فرطِ حیرت سے ہوا ہین بیقرار
مدحتِ محسن کی دلمین دُھن بندہی ۔ کون وہ مُحسن ہے عالی وقار
ذی حشم ذی مرتبہ ذی مقدرت ۔ حضرتِ عبد الرحیم نامدار
اُنکے بھائی خواجہ ابراہیم ہی ۔ جن کی خوبی کا نہین ممکن شمار
ہین یہ دونون آفتاب و ماہتاب ۔ ہے اُنہین کے دم سے عالم مین بہار
کیا بیان ہون اُنکے اخلاقِ حسن ۔ خُلقِ احمد کی ہین گویا یادگار
مدح عالی مین وہ مطلع اب پڑہون ۔ ہو جو اب مطلعِ ابروئے یار

مطلع ثانی

انکے دم سے رونقِ لیل و نہار — فیض سے انکے ہے روشن روزگار

رحم بندون پر کیا کرتے ہین یہ — ان پہ نازل رحمتِ پروردگار

کون ہے ایسا زمانے مین سخی — کوئی مانگے ایک یہ بخشین ہزار

انکی بخشش بیکسون کی پردہ پوش — فیض انکا مفلسون کا پردہ دار

غنچۂ خاطر شگفتہ ہو گئے — ہے نسیمِ لطف کی ان کے بہار

راستی کا ان سے وہ نکلا چلن — بل کی اب لیتی نہین ہے زلفِ یار

صوفئ صافی منش پاکیزہ خو — متقی و عابدِ شب زندہ دار

عادل و باذل سخی آلاسخیا — ذی کرم ذی مرتبت ذی اقتدار

وقتِ حج ایسے کئے ہین کارِ خیر — جتنے ہین مشہور امصار و دیار

وقف ہین راہِ خدا مین جان و مال — اس سخاوت اس کرامت کی نثار

انکے صدقے مین ہوئے حاجی بہت — غیر ممکن ہے کہ ہوان کا شمار

لات مارین گورِ حاتم پر ابھی — سامنے آئے جو سائل ایکبار

اس سخاوت کا کوئی فردِ بشر — آجتنک ہمنے نہ دیکھا زینہار

آپ ہین اپنی نظیر اپنا جواب
اُنکی بے مثلی کا قائل روزگار

پھر گردون نے نہ دیکھا عمر بھر
کوئی ایسا ذی حشم ذی اعتبار

قدر دانِ اہلِ علم و اہلِ فن
اہلِ حاجت کے ہین یہ حاجت برار

اُنکی خوشبو سے معطر ہے جہان
ہند کیا کیا چین و تبت کیا تتار

حامی ہر بیکس و ہر ناتوان
دستگیرِ عاجز و دُور از دیار

شکر احسان کا ادا ہو کس طرح
گو زبانین میرے منہ مین ہون ہزار

میرے دیوان کی اشاعت کا سبب
ہو گئے یہ دونون صاحب باوقار

حصر دیوان کی اشاعت پر نہین
میری شہرت کا انہین پر ہی مدار

تا کجا اے مضطر اب طولِ سخن
بس دعا پر کر یہان ہے اختصار

یا خدا جبتک گلو نین بو رہے
یا خدا جبتک چمن مین ہو بہار

یا خدا جبتک کھلین گلشن مین پھول
گل پہ ہو جسوقت تک بلبل نثار

باغِ عالم مین پھلین پھولین مدام
میرے محسن ذی حشم ذی اقتدار

بارورانِ کار ہے نخلِ مراد
تا ابد ہون روز افزون برگ و بار

نامۂ شوق

مرے مشفق و مہربانِ نیکنام — خدا تجھکو دنیا مین رکھے مدام
ہو تسلیم مقبول اے ذی شعور — سوا اِسکے کیا لکھون اے رشکِ حور
ترے سامنے مہر و مہ ہین حقیر — وہ ہے ایک دنیا مین تو بے نظیر
نہ ملنے کا مجھکو بتا دے سبب — کہ ہون نیم جان ہجر مین تیرے اب
نہین یاد کیا وہ زمانہ رہا — کہ ہم تم مین کیا دوستانہ رہا
وفا تونے کی تو بہی ایسی ہی کی — جفا تونے کی تو بہی ایسی ہی کی
کہ یک لخت وہ بے رخی تونے کی — ہوا قطع سب رشتۂ دوستی
قسم قول کو رکہدیا طاق پر — ملا مجھکو اوس عہد کا یہہ ثمر
کہ اپنے پرائے سے نفرت ہوئی — غم و رنج کہانے سے الفت ہوئی
خدارا مری اب خطا کر معاف — ترا رحم سے پیش آ تو کر دلکو صاف
یہ اِسلام سے دور ہے اے عزیز — کہ رکہتے نہین بغض اہلِ تمیز
تو ارسال کر جلد خط کا جواب — دلِ مضطرب کا ہو کم اضطراب

کیا خط کو مضطر نے لکھہ کر تمام
ملاقات پہر ہو بہم والسلام

خط بنام جناب معلی القاب مولانا مولوی منشی حافظ

محمد سعید خان صاحب بہادر رئیس صاونبیر ملازم ریاست دہرم پور ضلع بلند شہر

مرے دوست سچے محمد سعید — ہر اک روز ہو آپ کا روز عید
وزارت پہ قایم رہو تم مدام — ہمیشہ خوشی سے رہے تمکو کام
سلامٌ علیکم ہو میری قبول — سوا اسکے کہنا ہے بیشک فضول
یہان آیا ہون جس روز سے مہربان — نہین آیا خط اس سے دل ہے تپان
طبیعت کو ہے میری از حد ملال — ہر اک وقت ہے آپ کا ہی خیال
روانہ کرو جلد تر اپنا خط — مرا شاد دل تم کرو ہر نمط
مرے وہ جو ہین دوست عبد الرحیم — لئیق و کریم و عقیل و فہیم
وہ اسحاق مرد لیاقت شعار — محمد بھی ہے نام ہین جن کے یار
وہ عیسیٰ جو ہین ایک مرد شریف — نہایت متین اور نہایت ظریف
سراپا کرم دوست عبد العزیز — ہر اک طور کی جن کو پوری تمیز
وہ اصغر جو ہین ساکن رامپور — نہایت ہی لایق بڑے ذیشعور

غرض سبکو مضطر کا پہونچے سلام

جواب اسکا جلد آئے اے نیک نام

سہرا جشن شادی میمنت آبادی جناب معلی القاب محمد حسن خانصاحب ششدر تلمیذ مصنف رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

مرحبا دلکش و دلچسپ دل آرا سہرا
للہ الحمد بنے نوشہ جناب ششدر
دیکھکر جلوہ نہ محفل کہین بیخود ہوجائے
شوق دیدار مین بن بنکے سراپا آنکھین
دیکھکر غیر اسے دل مین کٹے جاتے ہین
ہے وہ پرنور نگاہون مین کھبا جاتا ہے
اور بھی پھولون کے سہرے نے بڑہا دی رونق

پیارے نوشاہ کے سر پر ہے پیارا سہرا
گوندہ کے خوب ہی مالن نے سنوارا سہرا
رخ روشن سے اُلٹئے نہ خدارا سہرا
قد نوشاہ کا کرتا ہے نظارا سہرا
چشم بدبین کے لئے بن گیا آرا سہرا
جلوہ نور خدا ہے کہ تمہارا سہرا
نہا یونہین سر پہ ترے علم و ہنر کا سہرا

مصرعہ سال چمکتا ہوا مضطر نے کہا
نورافروز مبارک ہو یہہ پیارا سہرا
۱۳۲۳ھ

قطعہ در شان فیض نشان وزارت پناہ فتوت دستگاہ عالیجناب راجہ راجایان سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔ جی سی۔ آئی۔ ای یمین السلطنت پیشکار و مدار المہام سرکار عالی المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرت آصف خلد اللہ ملکہ

اے مہاراجہ بہادر اے یمین السلطنت
فیض جاری آپ کا ہو بڑھتی دولت کیطرح

اک نگاہِ لطفِ حضرت مین سنور جاین تمام
گر بگڑ جاین کسی کے کام قسمت کیطرح

اے زہے شانِ تواضع اے زہے زہد ورع
کیا جھکی ہے خلق محرابِ عبادت کیطرح

آپ سے سیکھے کوئی داد و دہش کے طور کو
کرتے ہین جود و سخاوت تو سخاوت کیطرح

صورتِ آئینہ حیران روح حاتم ہو گئی
آپ کی شہرت اڑی جب رنگِ حیرت کیطرح

جلد ہو رفع تردد ایسی صورت ہو کوئی
حال میرا ہے پریشان میری صورت کیطرح

لائی مضطر کو درِ دولت پہ قسمت شکر ہے
اضطراب دل مناسب گردِ کلفت کیطرح

قطعہ در شان عالیجناب نواب عزیز یار جنگ بہادر المتخلص عزیز

تاظم عطیات صرفخاص تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

اے مہر سپہر کامگاری تو
نواب عزیز یار جنگ آپ
خورشید و قمر ہین زیر فرمان
کیا آپ کے فیض کی ہے تسخیر
ہین فتح و ظفر جلو مین ہر دم
مطلب دنیا کا پا ہو دین کا

اقبال و حشم ہون رام دونون
رکھتے ہین نشان و نام دونون
حاضر ہین یہہ صبح و شام دونون
مداح ہین خاص و عام دونون
کیا دل سے بنے غلام دونون
ہون آپکے پورے کام دونون

مضطر کی زبان و دل۔ خدا سے
ہین صرف دعا مدام دونون

جشن شادی میمنت آبادی جناب معلی القاب نواب عمر خان صاحب بہادر
متخلص قاقاف نواب برق جنگ برق الدولہ بہادر حیدرآباد دکن

کتخدا گشتہ چو نواب عمر خان وفا
شیفتہ بر رخ نوشاہ ملک حور و پری
معدن خلق فلک رتبہ و فیاض زمان

ابر رحمت بہ کرم برق تجلی بہ جمال
حسن آن حسن کہ شرمندہ شود بدر کمال
روز افزون بود از فضل خدا جاہ و جلال

روز و شب از تہِ دل ہست دعائے مضطر
بادِ نوشاہ درین دہر ہمیشہ خوشحال

قطعہ درشان جناب معلی القاب مسٹر محمد عظیم خانصاحب بہادر ملک التجار رئیس اعظم قصبہ بدلاپور ضلع ٹھانہ ملک کوکن

اے محمدؐ عظیم خانصاحب — عادل و باذل و سخی و کریم
صاحبِ فیض حاتمِ دوران۔
معدنِ لطف وجود و فیضِ عمیم

قطعہ مبارک باد خلافت خاندان قادریہ و چشتیہ جناب سید فخر الدین صاحب وکیل خطیب سجادہ شاہ سید حسینی خلیفہ محبوب العاشقین مدظلہ

مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو — بنایا تمکو حضرت نے خلیفہ اس ولایت کا
کوئی دیکھے تو سید فخر الدین اوسکو دکھا دینا
سند کے واسطے تمغہ ملا ہے جو خلافت کا

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت صاحبزادہ ابو الافتخار عبد الباقی خواجہ سید

محمد خلف جناب صوفی سیدی خواجہ سید احمد صاحب النقشبندی البخاری

حضرتِ سید جو ہین میرے رفیقِ دل نواز — فاضلِ بے مثل اولادِ علیٔ مرتضا
اونکے گھر پیدا ہوا نورِ نظر لختِ جگر — نیّرِ برجِ سعادت گوہرِ درجِ عُلا
راحتِ جانِ پدر رہے نورِ چشمِ والدہ — جانتے ہین تارا اپنی آنکھ کا سب اقربا
دوستون نے محفلِ عشرت کو گرمایا ہے یون — ہو مبارک کوئی کہتا ہے تو کوئی مرحبا
یہ نہالِ زندگانی میوۂ باغِ اُمید — اے خداوندِ جہان ہردم رہے پھولا پھلا
عمر سے اپنی یہ برخوردار با اقبال ہو — اس کے سر پر حشر تک سایہ رہے مانباپکا

مصرعِ تاریخ برجستہ تم اے مضطر کہو
مہ جبین اچھا خدا نے یہ کیا بیٹا عطا
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت دختر نیک اختر جناب قاضی عبدالرحمن صاحب احسن تخلص کی تلمیذ مصنف رئیس احمد نگر ملک دکن خلف جناب قاضی احمد صاحب مرحوم

جنابِ عبدِ رحمن قاضیٔ ذی رتبہ و خوشخو — جو کلیانی کے ساکن ہین رئیسِ نامی و اعظم
اونہین کا آج نخلِ آرزو تازہ ثمر لایا — عطا لڑکی اونہین کی حق نے مثلِ حضرتِ مریم
رہے پھولا پھلا یہ پھول باغِ زندگانی کا — دُعا خلاقِ مہر و ماہ سے اپنی ہے یہ ہر دم

کہو اب مصرعۂ سالِ ولادت تم برائے مقطع
مبارک راحتِ جان ہو یہ بلقیسِ زمان بیگم
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت فرزند ارجمند جناب معلی القاب سیٹھ شمس الدین صاحب بہادر رئیس اعظم کلیان ضلع تھانہ ملک کوکن دام اقبالہ

یہ نشاط ایسی خوشی ایسا طرب یہ فصلِ گل / پھول اے ساقی پلا بھر بھر کے اتنے جامِ زر
رات رشکِ شب برات اور دن ہی رشکِ روزِ عید / کیا دکھاتے ہین مزہ رنگِ شفق نورِ سحر
ہے مہینا عید کا جمعہ کا ہے روزِ سعید / اپنی پوری روشنی سے چاند ہی جلوہ گر
ہے شبِ عرسِ جنابِ شاہِ مخدوم علی / قطبِ کوکن قدوۂ اہلِ صفا عالی گہر
اس مبارک شب مین جو ہین میرے مشفق ذی مروت / نام نامی جن کا شمس الدین صاحب مشتہر
حال پر اون کے کرم خلاقِ دوران نے کیا / اون کے گھر پیدا ہوا نورِ نظر لختِ جگر
دیکھکر روشن جبین اوسکی یہ کہتے ہین تمام / نورِ شمس الدین کا ہے غیرتِ افزائے قمر
نام ابراہیم اسکا اسلیئے رکھا گیا / ہے یہ گلروِ تازہ باغِ زندگانی کا ثمر
دیر ہے ہین یہ دعا اوسکے چچا عبد السلام / رکھ سلامت اسکو اے خلاقِ عالم عمر بھر
خوش رہے مان باپ کے سایہ مین یہ طفلِ حسین / اپنا دل ٹھنڈا کرین اسکو اقارب دیکھ کر

مصرعۂ تاریخ برجستہ یہ مضطرؔ نے کہا
دیکھنا مہتاب شمس الدین ہوا ہے جلوہ گر
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت فرزند ارجمند جناب قاضی عبدالرحمن صاحب ذکی تخلص کی تلمیذ مصنف رئیس اعظم احمد نگر ملک دکن خلف جناب قاضی احمد صاحب مرحوم

ذکی صاحب جو ہین شاگرد بہی اور دوست بہی میرے
ذکاوت اون کی مشہور اور شہرہ خُلقِ امجد کا

بڑے ہی نیک سیرت ہین بڑی ہی نیک طینت ہین
کہانتک ہین کرون ذکر آپکے اوصافِ بیحد کا

رئیسِ نامور کلیان کے ذیجاہ ذی رتبہ
بہت ممنون ہون مین جنکے لطف وجودِ بے عد کا

سخندان و سخن فہم و سخن سنج و سخن گستر
ہے آوزہ جہانمین جن کے اشعارِ مجدد کا

ہوا فرزند دلبند اونکے گہر پیدا مُبارک ہو
ہمایونی کا باعث ہے تولد طفلِ اسعد کا

نگا ہونمین کبہی جاتی ہے رُخسارونکی رنگینی
نظر آتا ہے اک بوٹہ سا۔ یہ انداز ہے قد کا

اور ہر لختِ جگر یاران کا اور ہر لختِ دلِ والد
مگر ہے خاصتہ فرزند مین حرف مشدد کا

سعادت مند با اقبال فرزندِ گرامی ہو
کرے روشن الٰہی نام یہ اپنے ابوجد کا

رہے شاخِ نہالِ آرزو شاداب بار آور
پہلا پہولا رہے گلشن مرے شاگردِ ارشد کا

پئے سالِ ولادت کیون تامل ہے تمہین مضطرؔ

کہو آرام جان ہے دیکھنا مشتاقِ احمد کا

قطعہ تاریخ وفات جناب مستطاب عرشِ پایگاہ گردون بارگاہ غریق لجہ توحید محو دریائے تفرید قبلہ عاشقان جلوہ وجود کعبہ فرزندگان نور شہود لخت جگر جناب بتول نور نظر حضرت رسول فانی فی اللہ باقی باللہ مولانا و سیدنا ابو الحسین نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز

مطلعِ انوارِ یزدان حضرتِ نوری میاں
مایۂ الفقر فخری شمع بزمِ اولیا
گوہرِ بحرِ کرامت نیّرِ برجِ شرف
چھوڑ کر دنیائے فانی راہی عقبیٰ ہوئے

مخزنِ اسرارِ عرفان مرشدِ روشن ضمیر
طالبِ مولا حقیقت کیش پیرِ دستگیر
عاشقِ شاہِ اُمم مقبولِ خلّاقِ قدیر
ایک عالم کے جو تھے پشت و پناہ بےنظیر

مضطرِ مشتاق لکھو مصرعہ سالِ وصال
نورِ مولا میں ملے نوری میاں پیرِ کبیر

قطعہ تاریخ انتقال فاطمہ خانم دختر نیک اختر جناب معلی القاب مرزا عباس بیگ صاحب ناظم محکمہ جنگلات ضلع میدک رئیس حیدرآباد

فاطمہ نبت میرزا عباس	شد نہان زیر خاک واویلا

سال رحلت چنین بگو مضطر
فاطمہ شب بخلد بزم آرا
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ وفات فرزند دلبند جناب معلی القاب فیض مآب سیٹھ محمد غلام حسین صاحب بہادر رئیس اعظم قصبہ ارن ضلع قلابہ خلف سیٹھ محمد جعفر صاحب رئیس اعظم ملک کوکن مرحوم مغفور

لاڈلا مان کا تہا اور باپ کے دلکا پیارا	اور چچا جان کی آنکھون کا تہا تارا یوسف
ساری بستی کی زبان پر ہے یہ حسرت سے صدا	دو ہی دن ٹہیر کے دنیا سے سدہارا یوسف
کوئی مانباپ سے پوچہے تو یہ کہدیتے ہین	چلدیا موت کی ہمراہ ہمارا یوسف
نہ رہا آپ نہ کچہ اپنی نشانی چھوڑی	رہ گیا نام یہ دنیا ہین کہ پیارا یوسف
خواب ہین مان سے ملک کہتے ہین حورونکی پیام	کہ نہ گہبرانا بہت خوش ہے تمہارا یوسف
کبہی کہتے ہین کہ گر صبر کروگے اوسکو	تو قیامت کو ہے بخشش کا سہارا یوسف

ماہ جو تہا ہے تو سنہ تیرا سو چہبیس ہجری
۱۳۲۶ھ

کہدو اب تم ہی یہ مضطر کہ سدا ہا یوسف

سجعات

جناب مستطاب فیضمآب والاخطاب نواب محمد نیاز احمد خانصاحب
بہادر رئیس اعظم صابری چشتی قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

مقبول خدا گشت نیاز احمد

جناب مستطاب والاخطاب مولانا منشی راؤ محمد فیاض علیخانصاحب
بہادر رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

فیاض علی سا نہوا کوئی جہان مین

جناب مستطاب معلی القاب راؤ فرزند علیخانصاحب بہادر
رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

فرزند علی معرکہ کرب و بلا دید

جناب مستطاب فیضمآب نواب منشی محمد حسن خانصاحب بہادر رئیس اعظم قصبۂ سکروڈہ ضلع سہارنپور خلف راور محمد علیخانصاحب مرحوم

خدا کے ہین مظہر محمد حسن

جناب مستطاب معلی القاب نواب محمد علیخانصاحب بہادر برادر جناب نواب غلام محی الدینخانصاحب عرف دسوندی خانصاحب رئیس سکروڈہ ضلع سہارنپور

برگزیدہ خدا محمد علی

جناب مستطاب معلی القاب فیضمآب نواب فتح محمد خانصاحب بہادر خلف جناب نواب امداد حسین خانصاحب سجادہ حضرت سید بہیک صاحب رئیس قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

شدہ زیب عالم بہ فتح محمد

جناب مستطاب والا خطاب راؤ فیض علیخانصاحب بہادر خلف راؤ سعادتعلیخانصاحب بہادر رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

جہان مین ہے مشہور فیضِ علی

جناب مستطاب والاخطاب نواب حکیم رشید علیخانصاحب بہادر برادر زادۂ جناب نواب محمد معصوم علیخانصاحب رئیس اعظم قصبۂ سکروڈہ ضلع سہارنپور

عبد رشید ہون مجھے دنیا سے کیا غرض

جناب معلی القاب عرش پایگاہ گردون بارگاہ غریق لجہ توحید محو دریائے تفرید صوفی فانی فی اللہ مولانا وسیدنا حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب فخری نظامی تحشوی قدس سرہٗ

ہر گنہ گار کو اے اللہ بخش

جناب مستطاب و الاخطاب نواب مسٹر طفیلِ احمد صاحب بہادر
خلف جناب مولانا مولوی ڈپٹی ضامن علی صاحب مرحوم رئیس اعظم
قصبہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر

	مقبولِ دعا شد بہ طفیلِ احمد	

جناب مستطاب معلی القاب و الاخطاب فیض مآب نواب
محمود علیخان صاحب بہادر رئیس اعظم محلہ فراشخانہ شہر دہلی
جج ہائیکورٹ رامپور اسٹیٹ

	محمود علی شد بہ ہمہ عقدہ کشائی	

جناب مستطاب و الاخطاب فیضمآب محمد یعقوب صاحب مجسٹریٹ
صابری چشتی رئیس اعظم محلہ دیپا سرائے شہر سنبھل ضلع مرادآباد

	ہست شیدائے محمد یعقوب	

جناب مستطاب والاخطاب منشی ڈپٹی محمد جان خانصاحب
بہادر رئیس اعظم محلہ کاٹھ کا پل خاص شہر ضلع مراد آباد

محمد جان دایمانِ جہانست

جناب مستطاب والاخطاب نواب مسٹر فدا علیخانصاحب
خلف جناب حافظ مبارک علیخانصاحب بہادر مرحوم رئیس رامپور اسٹیٹ

فدا۔ علی پہ دل وجان سے ہے یہ دل میرا

جناب مستطاب والاخطاب فیضمآب صوفی وصافی مولوی و
مولائی حضرت قاضی غلام احمد صاحب مرحوم رئیس احمد نگر ملک دکن

غلامِ احمدِ مرسل بدل شوم مضطر

جناب معلی القاب نواب مولانا مولوی محمد اکبر خانصاحب بہادر
محلہ اردو حیدر آباد دکن

ہین رسولون مین محمدؐ اکبر

جناب معلی القاب نواب محمد قربان علیصاحب بہمن جنگ بہادر دام اقبالہ حیدرآباد دکن

دل فدا ہے جان قربان علی

جناب معلی القاب صوفی صافی فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت حاجی سیدی محمد وارث علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز

مری جان و دل کے ہین وارث علی

جناب معلی القاب مولانا مرشدنا عامل وکامل فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ غلام حسین صاحب فخری نظامی تھانوی مدظلہ

غلام محمد غلام حسین

باب التمثیل

تقریظاتِ دُرِ تاجِ سخن

تقریظ دلپذیر از فکر عالی کلکِ گوہر سلکِ معنی نگار عالی افتخار جوہرِ شمشیر فصاحت گوہر درج بلاغت جناب معلی القاب مولانا منشی حکیم سید محمد علی صاحب ملیح آبادی المتخلص بہ عرش ظلہ

اردو زبان مین دن دونی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے، اور جدید تصنیفات تالیفات تراجم، کی بہر مار ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر اس ذخیرے مین اگر ڈہونڈہو اور کہوج لگاؤ، تو کار آمد اور مفید کتابین بہت کم نکلین گی، جس کے دو چار صفحے ہی پر اردو زبان مین اضافہ کئے جانے کا اطلاق ہو سکے۔ یا کم سے کم رطب و یابس ہی مین شمار کیجا سکین۔

یہ کیون ؟۔ اسکا سبب یہ ہے کہ جس کو اہل علم کا طبقہ کہہ سکتے ہین، اوس طبقہ نے بعد تحصیل و فراغ علوم رسمیہ، متداولہ، علمی مذاق سے بالکل دلچسپی نہین رکھی، نہ اہل علم اور شائقین علم و فن کے مجمع اور صحبت سے، استفادۃً۔ تبادلہ خیالات۔ علمی اور عملی کیطرف مائل ہوئے، نہ ممالک متحدہ کے حالات سے

کماہی واقفیت پیدا کی۔ بجز اوخال دائرہ ملازمت، جلب منفعت، اور جستجوے
اشکال اکل وشرب، ضروریات روزمرہ، علمی عملی کام نہ لیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ
اہل علم درگور، اور علم درکتاب کا، مصداق ہوگیا۔ اور ایسی کساد بازاری شروع
ہوئی کہ اوسپچھے۔ وہ زہریلے پانی کے چند گھڑے اوبل پڑے۔ اِس سمّی پانی سے
اردو کے ہونہار سبز وشاداب پودے پژمردہ ہوکر کملانے اور سوکھنے لگے
لیکن باغبانِ اردو اوسی طرح بادۂ غفلت مین سرشار ہین۔

اِسوقت ایک دیوان مسمّی بہ دُرِ تاجِ سخن ہمارے پیش نظر ہے جسکو
اوّل سے آخر تک بالاستیعاب دیکھا۔ اور خوب دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے
مکرم دوست منشی محمد علیصاحب مضطر دہلوی (نبیرہ حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ)
یادگار خاندان ہین۔ جنکا سارا دیوان کا دیوان، اوسی خاندانی خصوصیات شان،
رنگ، مذاق، مین ڈوبا ہوا ہے۔ مضامین وہی۔ وہی لوچ، نزاکت، شگفتگی۔ عالی
خیالی، بلند پردازی، موجود ہے۔ وہی بے چین اور دل مین گُدگُدی پیدا کرنے
والی تشبیہین، وہی شب فراق وہجر کی آہ وزاریان، وہی نالۂ جانسوز، ودلگداز ترانے
عالم جوانی کی سرمستیان۔ بوالہوسانِ محبت اور رندانِ خرابات کی ہوسناکیان
عشق حقیقی کے جذبات، اور شاہد حقیقی کی لو، پراثر خیالات، عالم کا نشیب وفراز،

اہل کمال کی ناقدردانی، زمانہ کی بدسلوکی روزمرہ سیدہی سیدہی صاف صاف میٹھی میٹھی باتین، آپس کی نوک جھوک، زاہدانِ خشک اور ریاکار کی مکاریان، مجازیت کے اشارے۔ کنائے۔ عشوے، غمزے، ادا کی بولتی ہوئی تصویرین اصطلاحات استعارات۔ محاورات۔ اور دہلی کی ٹکسالی زبان، دیگر اصناف شاعری کے جیتے جاگتے مجسمے پیش کیے ہین۔

حقیقت مین نگاہ اِس دیوان کو دیکھکر تمامی مضامین، خیالات، جذبات، اثرات۔ مذاق کے اشعار کا لطف اٹھاسکتی ہے اِس طبقہ کے اور حضرات کا بہی کلام نظر سے گزرا، مگر جو جناب مضطر دہلوی کے دیوان مین لطف ہے وہ۔ کچھ اور ہی شئے ہے۔ یہ دیوان ایسا ہے۔ کہ ہر سخن سنج، سخن فہم۔ سخندان کو اِسپر نظر ڈالنی چاہیے اور وہان کے باشندون کے لیے تو یہہ خصوصیت سے ایک نعمت غیر مترقبہ، بے بہا ذخیرہ، زباندانی، کا راہنما ہے۔ جو زبان دان نہین ہین۔ مگر زباندانی کا شوق اور اہل زبان سے فیض اُٹہانا چاہتے ہین۔

بیشک اِس دیوان کو دیکھکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکثر تخیلات اور جذبات اسمین اچھوتے، سچے، موثر، نصیحت پذیر، عبرت انگیز ہین اور اردو مین ایک قابلِ قدر اضافہ ہے فقط۔

تقریظ دلپذیر از فکر عالی متعالی جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد محمود عالم صاحب المتخلص بہ قیصری ریاست کوٹہ ملک راجپوتانہ

سچ تو یہ ہے کہ شاعری کسی کی میراث نہین ہے اور شعر گوئی کے لئے کوئی مضمون بہی مختص نہین ہندوستان مین صدہا ہزارہا شاعر ہین اور ہوتے جاتے ہین مگر شعر کے لئے جب زبان کی ضرورت پڑی تو دہلی کے محاورات کی تلاش ہوئی تو دہلی سی دہلی ہی کی زبان اور محاورات نے شعرون مین فصاحت خداداد سے نام پاکر مشرق سے مغرب تک اپنا سکہ جما دیا ہے دہلی کی وہ ایک زبان ہے جس کا لوہا تمام مانتے ہین دہلی ہی وہ ایک بے مثل سرزمین ہے۔ جہان ذوق و غالب و داغ مرحوم و ظہیر و ضیا مدظلہ سے شاعر گرامی قدر پیدا ہوئے کہ جن کی نظیر اور عدیل اور اطراف مین معدوم ذوق مرحوم نے اردو زبان مین جو جان ڈالی ہے زمانہ گواہ ہے غالب کی صحت و درستی کا جہان قائل ہے داغ کی زبان اور فصاحت سے بھرے ہوئے اشعار کا ایک عالم شیدا ہے۔ کیون نہو۔ دہلی کا اثر حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ جن کو ہر ایک اردو کا بولنے والا جانتا ہے کہ اردو کے وہ کون تھے؟ غرض یہ ہے کہ دہلی

ہی کی زبان کا نام - اردو ہے اور دہلی ہی کے خطہ سے اردو شاعری کے مادہ کی اصل ہے اور باقی سب اس کے خوشہ چین ہین اور یہہ سچ ہے کہ دہلی کے ایک بھٹیارے کا لڑکا جس فصاحت سے اردو مین بات چیت کرنے کا عادی ہوگا اوس کے مقابلہ مین دوسرے شہر کا بہت بڑا اردودان مثل طفلِ مکتب ہے اسکی نظیر کے حضرات لکھنؤ اور دہلی کے وہ وہ معرکہ جو صرف زبان دانی اور محاورات کی تحقیق مین گذرے ہین شاہد ہین - اور محتاج بیان نہین -

اس سے ہماری غرض اور منشا یہ ہے کہ ہمارے شفیق مکرم رفیق معظم منشی سید محمد علی صاحب المتخلص بہ مضطر کا جو یہ دیوان ہے اپنے آپ لاثانی ہے - محاورات کی بندش مضامین کی شستگی الفاظ و تلفظ کی صحت دہلی کے روزمرہ کی باتین ایک ایک رنگ علیحدہ علیحدہ دکھا رہی ہین جس جگہ حسرت کا بیان ہے دل کو توڑ دیا ہے وصل کے ذکر مین آتشِ شوق بھڑکا دی ہے صدمۂ فراق سے کوہ الم توڑ کر سینۂ عاشق پر گرا دیا ہے - غرض یہ کہ ایک ایک مضمون اپنا ایک ایک سین دکھا رہا ہے ہر ہر جملہ سے ایک ایک مرقع نمایان ہو رہا ہے حضرت مضطر ہمارے محب مخلص دہلوی ہین پہر کیون نہ ٹکسالی زبان کے مالک ہون دہلی کے محاورات بندش بھلا کیسے چھوٹ سکتی ہے اور دہلی کے دلچسپ اور چلبلے فقرون کا استعمال کسطرح رُک سکتا ہے

علاوہ ازین سونے پر سہاگا حضرت فراق شہرۂ آفاق کے شاگرد ارشد اور رشتہ کیطرف سے خواہر زادہ ہین پہر کیون نہ اِس کلام مین دل لبہانے کا اثر پیدا ہو اور زمانہ شیدا ہو دعا ہے کہ یہ دیوان مقبول انعام ہو اور زبان زد خاص و عام ہو فقط

قطعات تاریخ دُرِ تاجِ سخن

(۱) جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی سیٹھ میمن محمد عبد الرحیم صاحب اختر خوش اختر رئیس گجہانڈوی جال وار ذبہی تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی

خوش بیانی کا واہ کیا کہنا	خوب دیوان انتخاب کیا
کی نظر جس نے حسنِ معنی پر	رہگیا تہام کر وہ دل اپنا
ہائے کیا چلبلے مضامین ہین	منہ سے بیساختہ یہی نکلا
فکرِ تاریخ جب ہوئی اختر	ہاتفِ غیب سے یہ آئی ندا

سرِ حاسد اُتار کر کہدو
طبع دیوان بے نظیر ہوا۔ ۱۳۲۸ھ

(۲) جناب مستطاب مولانا مولوی منشی محمد سلیمان صاحب بہ تخلص اوج

احمد نگری شاگرد حضرت تحمل جلال پوری

جو دیوان مضطر کا شایع ہوا	ہوئے شادمان جتنے ہین اہل فن

چمکتی ہوئی اوج تاریخ لکھہ
فروزندہ ہے ماہِ برجِ سخن
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب مولانا مولوی سید محمد احسن میان صاحب المتخلص بہ احسن اڈیٹر پرچہ فصیح الملک مارہروی ضلع ایٹہ تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

مرے دوست سید محمد علی	طبیعت بہت جن کی معقول ہے
اونہین شعر گوئی کا ہے شوق یہ	کہ دن رات دل اوس مین مشغول ہے
مرتب جو دیوان وہ کر چکے	تو تاریخ گوئی بہی معمول ہے

جو ہے فکر تاریخ احسن تو لکھہ
کہ۔ دیوانِ مضطر یہ مقبول ہے
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب المتخلص بہ احسن تلمیذ حضرت نور محمد صاحب انور مدظلہ الاکبر

ہے پیش نظر جلوۂ محبوبِ سخن — قربان ہون نہ کیون دیکھہ کے ہم اسکی پھبن

دیوان مین مضطر کے ہے کیسی خوبی
دلّی کی زبان ہوتی ہے کیا خوب احسن
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب غلام محبوب خانصاحب جمعدار صرفخاص
ساکن بیرون یاقوت پورہ حیدرآباد

چھپ گیا لو مضطرِ نازک بیاں کا اب کلام — ہے لکھائی جسکی عمدہ ہے چھپائی حسبِ حال

اشتہارِ اسکی طبع کی کہنی ہو گر تاریخ تو
نیک آوان چھپ گیا مضطر کا دیوان کہدو سال
۱۳۲۰ف

(۲) عالیجناب معلی القاب مولوی دولت خانصاحب ساکن
دارالشفا کوچہ نواب ظہیر الدینخانصاحب حیدرآبادی

دہلوی مضطر کا دیوان چھپ گیا — واہ کیا کہنے ہین اوسکے واہ واہ

کہدو آجکل خوب ہے یہہ سالِ طبع
مضطر میمون کا دیوان چھپ گیا
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب مولانا مولوی حضرت نور محمد صاحب بہ انور مدرس مدرسہ ہاشمیہ واقع مسجد زکریا بمبئی تلمیذ حضرت نظامی صاحب مدرس اعلی وطبیب

یہ ہے مضطر دہلوی کا کلام　　ہے جن کا لقب حضرت درد سے
مزا ہین آمد کے لکہتے ہین خوب　　بچایا ہے دیوان کو آورد سے
اسے سمجہے جو نقاد نقد سخن　　نہ سمجہے گا کم جوہر فرد سے

کہا مصرع سال انور نے یہہ
بہرا ہے ہر اک شعر کیا درد سے
۱۳۲۸ھ

ولہ

اس بانکپن کے ساتہ یہ دیوان چہپگیا　　گویا عدو کے واسطے شمشیر کہنچگئی

تاریخ عیسوی کہی انور نے لاجواب
توام یہ عشق وحسن کی تصویر کہنچگئی
۱۹۱۰ع

ولہ

پرکہو نگاہ والو اس گوہر سخن کو　　کہتے ہین خاص اسکو طرز بیان دہلی

انور نے خوب لکہا ترتیب کا یہ مصرع

ہے اِس سخن مین کیا کیا رنگِ زبانِ دہلی
۱۳۲۷ھ

(ا) جنابِ معلی القاب مولانا مولوی محمد عبدالحمید صاحب المتخلص بہ آزاد سبِ جسٹرار بلدہ حیدرآباد تلمیذ نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

مطبوع ہوا کلام نایاب و فصیح		مضطر نے دکھائے ہین ہنر کے جوہر	

آزاد کہو تم اِس کا سالِ تاریخ
اعجاز نکمال ہے کلامِ مضطر
۱۳۲۸ھ

(ب) جنابِ معلی القاب مولانا مولوی منشی محمد علی صاحب منصبدار علاقہ دیوانی نبیرہ بلہار صاحب مغفور حیدرآبادی تلمیذ سخی مرحوم از خاندان آتش مرحوم

مضطرِ شیرین سخن کا ہی کچہ ایسا کلام		دیکھہ کے باغِ سخن اُڑ گیا رنگِ چمن	

کہد یا بیدار نے مجہہ مین سالِ طبع
خوب ہے پہولا پہلا اب یہ نہالِ سخن
۱۳۲۸ھ

ولہ

چہپ گیا دیوانِ مضطر چہپ گیا		جسمین اک مضمون نہین طول و فضول	

کہدو اے بیدار اِس کا سال تم
چھپ گیا مضطر کا دیوانِ قبول
۱۳۲۰ف

ولہ

مضطر کا دل نہ کیوں ہو شگفتہ مثالِ گل — فضلِ خدا سے پہولا پہلا گلشنِ سخن

بیدار معجبہ میں یہ کہدے تو سالِ طبع
شاد آب آج ہو گیا ہے نظم کا چمن
۱۳۲۸ھ

ب) جناب مستطاب مولانا مولوی محمد نور خان صاحب متخلص بہ بیدل شمس آبادی اجمیری تلمیذ بلبل بوستان نازک خیال طوطی شکرستان خوش مقالی افقح الدولہ مولانا ظہیر دہلوی جانشین حضرت ذوق

مضطرِ خوش فکر کا دیوان چھپا
کون مضطر یادگارِ میر درد
ہیں نئے مضمون نئی طرزِ سخن
ہے سخن گوئی میں اُستادی کی شان

فقرہ فقرہ جس کا پُر تاثیر ہے
جس کی اقلیمِ سخن جاگیر ہے
شاعری کی اک نئی تصویر ہے
الخرامت اسبات سے تکفیر ہے

کیا رباعی کیا قصیدہ کیا غزل
خاص اردوئے معلےٰ کی زبان
ہے یہ دیوان یا کہ فنِ شعر کی
اسکا اک اک شعر سُن کر وجد مین
بیت سنہ طبع بیدل فی البدیہ

دسترس ہر اک مین شکلِ میر ہے
صاف ہر اک شعر مین تحریر ہے
ایک جیتی جاگتی تصویر ہے
آفرین خوان روحِ درد و میر ہے
صفحۂ کاغذ پہ یون تسطیر ہے

ہے بیانِ مضطر معجز بیان
یا زبانِ میرزا و میر ہے
۱۹۱۰ء

(ب) جناب مستطاب مولانا مولوی محمد باور علی صاحب المتخلص بہ بیدار تلمیذ خاندانِ غالب اڈیٹر سابق پرچہ نسیم دکن مقیم شاہ علی بنڈہ حیدرآباد دکن

مبارک عندلیبانِ سخن کو
یہ ہین باغِ جناب درد کے پھول
کرون تعریف انکی مین رقم کیا
ہوئی بیدار کو جب دم فکرِ تاریخ

بہت پھولا پھلا بستانِ مضطر
زہے حسنِ بہارستانِ مضطر
سخن سے خود عیان ہی شانِ مضطر
پکار اٹھا ہر اک اربانِ مضطر

گزر کر از سرِ اندوہ کہدو

سکونِ دل ہے یہ دیوانِ مضطر
۱۳۱۹ ف

(ب) جناب معلی القاب مولانا مولوی سیدی سندی میاں محمد اسحاق صاحب المتخلص بہ کل رئیس انبالہ مقیم ریاست چھتپور تلمیذ حضرت مصنف

تعالی اللہ زہے دیوان حضرت	زسر تا پا خیابانِ بلاغت
نگویم شاعرِ رنگین بیانش	بہ ملکِ شعر میدارد کرامت
زبان با حسن مضمون دوش بردوش	بجائے عشوہ و جائے طلاقت
گہے در ساز و سوز دگاہ در ناز	گہے تصویر غم گہ شکلِ راحت
حجابِ جلوہ اش نازک بیانند	نقابِ غمزہ اش رنگِ لطافت
شدہ مطبوع چون دیوانِ مضطر	کلامِ خوب ترجمانِ بلاغت

من از نوکِ زبان گفتیم ہیکل
سنِ ہجریش - اثمارِ فصاحت
۱۳۲۸ھ

(ت) جناب مستطاب معلی القاب حاجی سید تجمل حسین صاحب تجمل چشتی النظامی قادری الفخری جلال پوری مقیم بمبئی

دلچسپ ادا بندی انوکھے ہین مضامین
اندازِ بیان دیکھیئے کتنا ہے غضب کا

کیونکر نہ ہو مقبول زمانے مین تجمل
دیوان یہ ہے مضطرِ پاکیزہ لقب کا
۱۳۲۸ھ

ولہ

واہ اے مشاطۂ گیسوئے محبوبِ سخن
تو نے کیسی جانفشانی سے سنواری بول چال

پھر بھی ایسی کرتے ہین لٹھ مار باتین مدعی
کرتی ہے سر پیٹ کر فریاد و زاری بول چال

جسکو دیکھو اُسکا دعویدار آتا ہے نظر
خاص اردوئے معلی ہے ہماری بول چال

ہان مگر دیوانِ مضطر جو چھپا ہے اندنون
اِسمین پائی جاتی ہے ولّی کی ساری بول چال

روزمرہ کیون نہ قربان دل مصنف پر کرے
جبکہ رکھتی ہے خیالِ جان نثاری بول چال

حضرتِ مضطر مین ہین موجود ساری خوبیان
میل جول آدابِ محفل وضعداری بول چال

مصرعِ سالِ مسیحی یون تجمل نے لکھا
کتنے اچھے ہین یہ مضمون کیسی پیاری بول چال
۱۹۱۰ء

ولہ

اے اہلِ زبان دیکھو اشعار ہین مضطر کے
موجود ہے سارا رنگ اردوئے معلی کا

تاریخ سن فصلی کہدو یہ تجمل تم

دیوان ہین ہے کتنا رنگینِ اردوے معلی کا
۱۳۱۹ ف

ث) جناب معلی القاب مولانا سید نجم الدین صاحب المتخلص بہ ثاقب بدایونی الملقب بہ پہلوان سخن وطوطی گجرات واڈیٹر رسالہ المحبب حال وارد حیدر آباد دکن محلہ شاہ علی بنڈہ

دُرِ تاجِ سُخن۔ دیوانِ مُضطر جب ہوا شائع
یہ دیوان ہے وہ دیوان جسکے چہپنے کی ضرورت تہی
یہی اک یادگارِ خاندانِ دردؔ باقی ہین
غنیمت ہے یہ دم بہی دہلی والونمین خدا رکہے

ہوا آراستہ جسم عروسِ نظم پُر زیور
ہوا احسان اِک اہل زبان کا آج اردو پر
اِنہین پر نازان کے ہم زبان کرتی رہی اکثر
طبیعت ہم بہی خوش کر لیتے ہین اِنکی غزل سُنکر

جو فکرِ سال ہے ثاقبؔ تو کیون سرِ گریبان ہو
سنِ فصلی لکہو تم بہی۔ کلامِ افصحِ مضطر
۱۳۱۹ ف

ج جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد عبد الغفور صاحب صدیقی المتخلص بہ جودت منصبدار رکاب عالی و صرفخاص تلمیذ حضرت شوق مدظلہ

صد شکر خداوندِ دو عالم مضطر — دیوان ترا اپنی نظیر آپ ہوا

بیساختہ کہدو سنِ ہجری جودت
گنجینۂ اسرارِ سخن چاپ ہوا ۱۳۲۸ھ

(ج) جناب معلی القاب میر ترابعلی صاحب جمیلؔ تلمیذ حضرت ثاقب صاحب طوطی گجرات و پہلوان سخن و اڈیٹر رسالہ المحب حال وارد محلہ شاہ علی نبڈہ حیدرآباد رئیس بدایونی ضلع ایٹہ

اللہ رے حسنِ طبعِ مضطر — ہر شعر مین اک نئی ادا ہے
دیوان سے زیادہ اسکی ہر بیت — ذرہ خورشید سے سوا ہے
شوخی ہے بیان مین کچھ ایسی — رنگِ رخِ یار ہی فدا ہے
سنکر جسے باغ باغ ہین دل — طرزِ بندش وہ دلکشا ہے
شائع ہوتا ہے انکا دیوان — مژدہ یہ جمیلؔ جانفزا ہے

ہے نغمہ سرا زبانِ بلبل
اک پہول پہر باغ درد کا ہے ۱۳۲۸ھ

(ج) جناب معلی القاب مولانا مولوی حافظ محمد جلیل حسن صاحب المتخلص بہ جلیل جانشین امیر احمد مینائی لکھنوی مرحوم و مغفور شاعر خاص و مصاحب دربار شاہ دکن خلد اللہ ملکہ

نیا ہے دیوان نیا سخن ہے - ہے یا دل کشا چمن ہے
جو شعر ہے شاخ نسترن ہے جو لفظ ہے غیرت گل تر
صبا سے چھپنے کا سنکے مژدہ ہوئے ہزاروں کے دل شگفتہ
جلیل نے سال طبع اِس کا لکھا کلام فصیح مضطر
۲۸ ۱۳

(ح) جناب معلی القاب مولانا مولوی منشی حافظ محمد ابراہیم صاحب الغادر متوطن ضلع محمد آباد بیدر تلمیذ حضرت مصنف

حضرت مضطر کا دیوان چھپ گیا اللہ کا شکر
آسمان شعر کے مشہور ہیں بدر منیر
اسلئے اپنے پرائے کہتے ہیں تاریخ اب
کہدو حافظ سال تم - ہے بے بدیل و بے نظیر
۱۳ ۱۹ ف

(خ) جناب مستطاب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب المتخلص بہ خادم

مالیگانوی شاگرد حضرت تجمل جلال پوری

بصد خوبی ہوا مطبوع دیوان | مبارک باد اے یاران مضطر

سنا و مصرع تاریخ خادم
پسند طبع ہو دیوان مضطر
۱۳۲۸ھ

(۱۳) جناب مستطاب مولانا مولوی شیخ محمد بخش صاحب رشید ساکن ایگت پوری شاگرد حضرت تجمل جلال پوری

غضب کی طبیعت میں شوخی بھری ہے | نہ کیوں چلبلے ہوں مضامین مضطر

رشید اتنی ہے فکر تاریخ کی کیا
کہو بے تکلف رہا حسین مضطر
۱۳۲۸ھ

(۱۴) جناب مستطاب مولانا مولوی منشی علی احمد صاحب المتخلص زیرک شاہجہانپوری تلمیذ حضرت برتر

مضطر خوش فکر کی ہے فکر بھی | شانہ کش زلف نگار سخن
طبع سے دیوان کے وہ رونق بڑھی | ہو گیا آباد دیار سخن۔

شور ہے زیرک کہ نسیم زبان
لائی ہے کیا تازہ بہار سخن ۱۳۲۸ھ

وله

چمکا ہوا ہر شعر ہے اس دیوان کا | روشن نہ ہو کس طرح سے نام مضطر

زیرک مجھے تاریخ کی ہے فکر عبث
کہہ ہدیہ نایاب کلام مضطر ۱۳۲۸ھ

(۸) جناب معلی القاب مولانا مولوی حکیم محمد عبد الحی صاحب تخلص سعدی خاندانی طبیب حیدرآبادی محلہ شاہ علی بنڈہ

نحمد الله العزيز الاكبر | من لدنه رحمة للاصغر
اول الفرض لعبد حمده لا | هذا وصف المضطر في الآخر
وهو في الشعر لبيب ماهر | ان شعره عن قبيحات بري

ارخ السعدي لطبع شعره
انظروا حسن الكلام المضطر ۱۳۲۸ھ

وله

ترتیب داد دیوان کو — بنگر کمال مضطر
درخاندان درداست — این است حال مضطر
سعدی می سرائے مدح است — حسن کمال مضطر

داری چو فکر سالش
گو قیل و قال مضطر
۱۳۲۶ھ

ولہ

طبع اب ہو گیا مضطر کا کلام — شوق ہین جسکے ہر اک تہا مضطر

اسکی کہنی ہو جو سعدی تاریخ
کہدو- دیوان نفیس مضطر
۱۳۲۶ف

(۳۰) جناب مستطاب مولانا مولوی سید سلطان میان صاحب تخلص سلطان منگروری تلمیذ حضرت تجمل جلال پوری

غزل ہر ایک ہے بہتر سے بہتر — نہ کیون ہر شعر ہو اچھے سے اچھا

لکہو تم مصرع تاریخ سلطان
چہپا دیوان مضطر صاف و زیبا
۱۳۲۸ھ

(س) جناب مستطاب مولانا مولوی منشی محمد سعید صاحب تخلص سعید
کیاستی تلمیذ حضرت تجمل جلال پوری

آپ ہین یادگارِ خواجہ درد		اِس سے آگاہ ہر سخنور ہے	

مصرعِ سال طبع کہد و سعید
جانفزا کیا کلامِ مضطر ہے
۱۳۲۸ھ

(ش) جناب مستطاب معلی القاب مولانا غلام محمد غوث صاحب تخلص شوق
حیدرآبادی آنغائی ابو العلائی صیغہ دار محکمہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی

حبّذا دیوانِ مضطر طبع شد		دردِ دل را نسخہ آمد بدست	
بامسیحا گفت رضوان مژدہ		این دوائے دردمندِ عشق ہست	

از سرِ جان شوق سالِ طبع گفت
ہست زاہد پارسا زین بادہ مست
۱۳۲۸ھ

(ص) جناب مستطاب شاعر بے بدل مولوی و مولائی سیٹھ محمد عبد القادر
صاحب شاکر متوطن وانم باڑی علاقہ مدراس

حضرت مضطر نے کیا دیوان لکھا واہ وا
ہے خیالِ پاک کا پاکیزہ دفتر پاک و صاف

کاٹ کر اعدا کا سر تاریخ مطبوع کتاب
لکھدی تمنا نے کہ ہے دیوان مضطر پاک صاف
۱۳۲۸ھ

ش؎ جناب مستطاب مولانا مولوی محمد عبدالاحد صاحب المتخلص بہ شفق
متعلم مدرسۂ ہاشمیہ بمبئی تلمیذ جناب حضرت انور صاحب مدظلہ العالی

چھپا ہے خوب یہ دیوانِ حضرت مضطر
ہر ایک شعر غضب کا ہے چلبلا دلچسپ

شفق نے مصرعِ تاریخ طبع یہ لکھا
کلامِ مضطر جادو بیان ہوا دلچسپ
۱۳۲۸ھ

ش؎ جناب عالی القاب مولوی مولائی میر کاظم حسین صاحب المتخلص بہ شیفتہ
کنتوری حال وارد حیدرآباد

کھلا دیوان سے کہ عالی مضامیں ہیں
رسا ہے ذہن تا کیوان مضطر کا

لکھی ہے شیفتہ نے طبع کی تاریخ
چھپا ہے اندنوں دیوان مضطر کا
۱۳۲۸ھ

(ش) جناب مستطاب والاخطاب نواب محمد حسن خان صاحب بہادر المتخلص بہ تشنہ رئیس ضلع سہارنپور شاگرد رشید حضرت مصنف

کلام حضرت استاد چھپکر ہو گیا شایع
یہ دلی کی زبان ہے خاص اردوے معلی ہے

ہر اک مطلع ہے رو کش مطلع مہر درخشاں کا
یہ مضمون کسنے لکھے اور کہاں ایسا سخن پایا

تلامیذ اس سے کیا کیا فیض پائینگے زمانہ میں
کہ فن شعر کا استاد ہے ہر صفحہ دیوان کا

جناب درد کے ہیں خاندان میں حضرت مضطر
فراہم شعر ہیں اسواسطے ہی درد پنہاں کا

سروش غیب نے تاریخ کا مصرع کہا تشنہ
یہ جانے شاعری دیوان ہے استاد ہمہ دان کا
۱۳۲۸ھ

(ص) جناب معلی القاب مولانا محمد عبد الکریم خان صاحب متخلص بہ صفیر دہلوی ملازم مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت مدار المہام بہادر سرکار عالی

بحمد اللہ طبع ہو گیا ہے
خزانہ شعر کا مضمون کا دفتر

اگر پوچھو زبان تو خاص اردو
ہر اک بندش ہر اک بندش ہی بڑہکر

خیال صفیر بھی یوں بول اوٹھا
کہ ہو تاریخ بھی دیوان کی بہتر

نکالا فکر سے سال عطیہ
۱۳۰۲ھ
ملا ہے ذر۲۰۸ سے دیوانِ مضطر
۱۳۲۸ھ

ولہ

بندش ہے ساری چست مضامین سب درست　　مضمون پاک صاف تو ستہری زبان - کہو

دیوان کے طبع ہونیکی تاریخ تم ہی صبر
اعلیٰ کلام مضطرِ جادو بیان - کہو
۱۳۲۸ھ

ولہ

مضطرِ دہلوی کے دیوان مین　　نئے مضمون پاک صاف زبان
ایک دریا مین مختلف موجین　　کیا دکھایا ہے زورِ طبع روان
کہین آسان کو کردیا مشکل　　کہین مشکل کو کردیا آسان
طبع کے سال کا ہوا جو خیال　　بول اوٹھا فکرِ نظم صبر کہ ہان

سرِ اعدا نکالکر کہدو
خوب بہتر چہپا ہے یہ دیوان
۱۳۲۸ھ

ازطبعِ جناب مستطاب معلی القاب الاخطاب استاذ زمان صاحب عالم
حافظ مرزا امیر الدین صاحب المتخلص بہ ضیا تیموری دہلوی

جانشین اوستادِ جہان فصیح الملک ناظم یار جنگ دبیر الدولہ

اوستاد شاہ دکن نواب مرزا خان صاحب داغ دہلوی مرحوم و مغفور

کلام میر محمد علی مضطر کا

دلوں پہ کندہ رہیگا یہ نقشِ زیورِ طبع

خیال یہ تعجب ہے نقص لکھہ و مصرع سال

ہے اوجِ مضطر کاملِ کمال گوہرِ طبع

۱۳۲۸ھ

(ط) جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی مرزا محمد طاہر بیگ صاحب

طاہر محلہ مغلپورہ خاص شہر مرادآباد

خداک اللہ اے مضطر ہے دیوان گلفشان گفتی

کہ پُر در کرد معنی راز مضمونہائے سنجیدہ

گلش حرف و سطورش شاخ و شبنم نقطہا باشد

برائے بزم احباب این عجب گلدستہ گردیدہ

زبان قاصر بوصفِ حسن مضمونش ہمین کافی

ورا دیدہ عجب دیدہ پسندیدہ طرب چیدہ

خداوندا مبارک این چمن بندِ مضامین را

کلام فرحت افزا و سخن سنجیدہ سنجیدہ

بگو تاریخ طبعش طاہر دل خستہ از فرحت

چہا دیوان پسندِ طبع خاص و عام گردیدہ

۱۳۲۸ھ

ولہ

خوب دیوان لکھا تم نے جناب مضطر
آپ کو شاعر طرار بجا ہے کہنا
اسمیں غزلیں ہیں چمکتی ہوئی عالم افروز
اسکو خورشید پر انوار بجا ہے کہنا
کہیں ہیں سوز کے گل اور کہیں ساز کے پھول
عشق اور حسن کا گلزار بجا ہے کہنا
تم بھی تاریخ چمکتی ہوئی لکھو ظاہر
ماہ خوبی۔ اسے دوبار بجا ہے کہنا۔
۱۳۲۸ھ

(ظ) جناب معلی القاب اوستاد مسلم الثبوت راقم الدولہ بہادر سید ظہیر الدین حسین خانصاحب المتخلص بہ ظہیر دہلوی الملقب نواب میرزا آخری یادگار خاقانی ہند اوستاد ذوق مرحوم دہلوی مدظلہ وارد حیدرآباد دکن

بحمد اللہ ہوا مطبوع مطبوع
ریاض بے خزان بستان مضطر
ظہیر اِس گل کدہ کی ہے یہ تاریخ
قبول اہل دل دیوان مضطر
۱۳۲۸ھ

(ع) جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد عبد العزیز صاحب مہاجر